انصار اللہ بیلجیئم

مجلس انصار اللہ بیلجیئم کا تربیتی و علمی سہ ماہی مجلّہ

اکتوبر تا دسمبر 2025ء
شمارہ نمبر 04

اداریہ

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2014)

میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو اُن کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو یقیناوہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔۔۔۔ تفصیلی مضمون پڑھیئے۔۔۔

پس اس زمانے کے حَکَم اور عدل نے واضح فرمادیا کہ سوائے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی نفی کرنے والے احکامات کے عموماً دنیاوی احکامات میں ایک مومن کا کام ہے کہ وہ مکمل طور پر ملکی قوانین کی پابندی کرے۔ اگر یہ سنہری اصول اس وقت کے مسلمان بھی اپنا لیں کہ حکومت وقت سے لڑنا نہیں ہے تو بہت سے ملکوں میں جو فساد کی صورتحال ہے اس میں بہت حد تک سکون آسکتا ہے۔ بہرحال اس وقت میں اس بحث میں پڑے بغیر کہ حکمرانوں کا کتنا قصور ہے اور فساد پیدا کرنے والے گروہوں کا کتنا قصور ہے اور اس وجہ سے مُسلم اُمّہ کس حد تک متاثر ہو رہی ہے، مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھوں گا۔ کافی لمبا اقتباس ہے جو اطاعت کے معیار، اطاعت کی اہمیت، اطاعت نہ کرنے کے نقصانات اور اسلام کے پھیلنے میں اطاعت کے کردار وغیرہ پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس زمانے میں احمدی ہی اس بات کا صحیح اظہار کر سکتے ہیں یا اطاعت کا صحیح اظہار کر سکتے ہیں اور دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے وقار کو کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اپنے عملی نمونے پہلے ہیں۔ پہلے اپنے اطاعت کے معیاروں کو بلند کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدُوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحّدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلافِ رائے پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔“ (پھر زوال ہی زوال ہے۔ فرمایا) ”مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام رائوں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈھتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا تو پھوٹ پڑ جاتی اور وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔ میرے نزدیک شیعہ سنّیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرام میں باہم پھوٹ، ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو اُن کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔“ فرماتے ہیں: ”سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل“۔ یعنی وہ بات جو دل سے نکلتی ہے۔ نشیند لاجرم بر دل۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ جو بات دل سے نکلے وہ دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔

فرماتے ہیں: ”انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا۔ اس میں کوئی تکلف اور نمائش نہ تھی۔ ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔ آپ (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل و صورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگ کو لئے ہوئے تھی۔ اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو اُن کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر اُن کی طرف چلا آتا تھا۔ (اس نمونے کی جو انہوں نے دکھایا اور پھر مستقل مزاجی سے دکھاتے چلے گئے اس کی ہی کرامت تھی کہ جس نے اس کو دیکھا وہ بے اختیار ان کی طرف کھِنچا چلا آیا) غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوّت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔“
(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 2-1 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246 تا 248)

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
05	ارشادِ باری تعالیٰ، قال رسول اللہ ﷺ، کلام الامام آخری الزماں علیہ السلام	1
06	نوائے خلافت: ارشاد امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	2
07	تفسیر سورۃ الفاتحہ (تشریح حضرت مسیح موعودؑ) از چوہدری محمد مظہر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	3
11	اسوۂ کامل: سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک درخشاں پہلو	4
12	سیرت المہدی: سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک روشن باب	5
13	فلسفۂ حیات از اسلامی اصول کی فلاسفی بصورت سوال و جواب	6
15	قرآن کریم میں قسموں کا فلسفہ از عاطف وقاص صاحب	7
17	تذکرۂ خلفائے راشدین از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	8
20	تذکرۂ خلفائے احمدیت از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	9
23	سیرت صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	10
23	سیرت صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	11
24	شرائطِ بیعت اور ایک احمدی کی ذمہ داریاں از حافظ جہانزیب قریشی صاحب	12
26	مالی قربانی از محمد عثمان قمر صاحب	13
	انصاراللہ ڈائجسٹ	
30	معروف شاعر مبارک احمد صدیقی صاحب کے ساتھ ایک ادبی نشست	14
34	خیاطِ ازل کے ہاں از رحیق المختوم صاحب	15
39	بٹ تمیزیاں، ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب سے انتخاب از رفیق احمد ہاشمی صاحب	16
41	مساعی انصاراللہ: مجلسِ شوریٰ، پھول تقسیم پروگرامز، شجر کاری، سہ ملکی والی بال ٹورنامنٹ	17

مجلسِ ادارت

نگرانِ اعلیٰ:۔ وسیم احمد شیخ صاحب (صدر انصاراللہ بیلجیئم)

مدیر:۔ کاشف ریحان خالد (قائد اشاعت مجلس انصاراللہ بیلجیئم)

ڈیزائن و ترتیب:۔ ناصر شبیر صاحب (سیکرٹری اشاعت انٹورپن)

ویب سائیٹ: محمد حامد قریشی صاحب، رفیق احمد ہاشمی صاحب (قائد تعلیم)

معاون:۔ فرید یوسف (انچارج مساجد کمیٹی بیلجیئم)

www.ansarullah.be | ishaat@ansarullah.be | +32 484943446

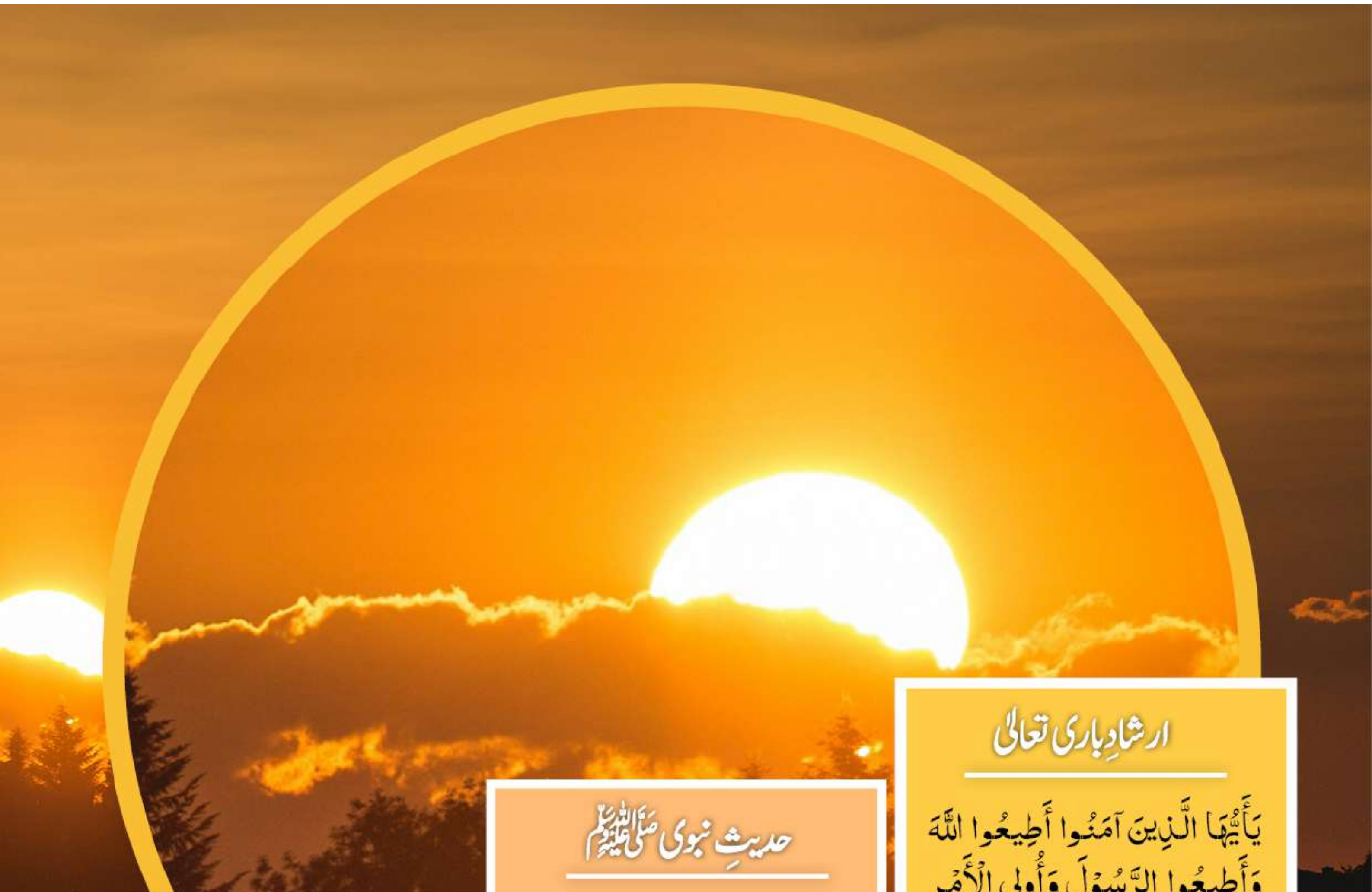

ارشادِ باری تعالیٰ

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ۔

(سورۃ النساء۔60)

ترجمہ : اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔

حدیثِ نبوی ﷺ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے آنحضرت صلی اللہ ہم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا جس نے اپنے حاکم کی کسی بات کو ناپسند کیا تو چاہیے کہ وہ صبر کرے کیونکہ جو بادشاہ کی اطاعت سے ایک بالشت بھی باہر ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

کلام الامام علیہ السلام

اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اُس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے اسی لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد کے خارج نہیں ہیں بلکہ ہم کو ان کے وجود سے بہت آرام ملا ہے

(ضرورت الامام روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 494,493)

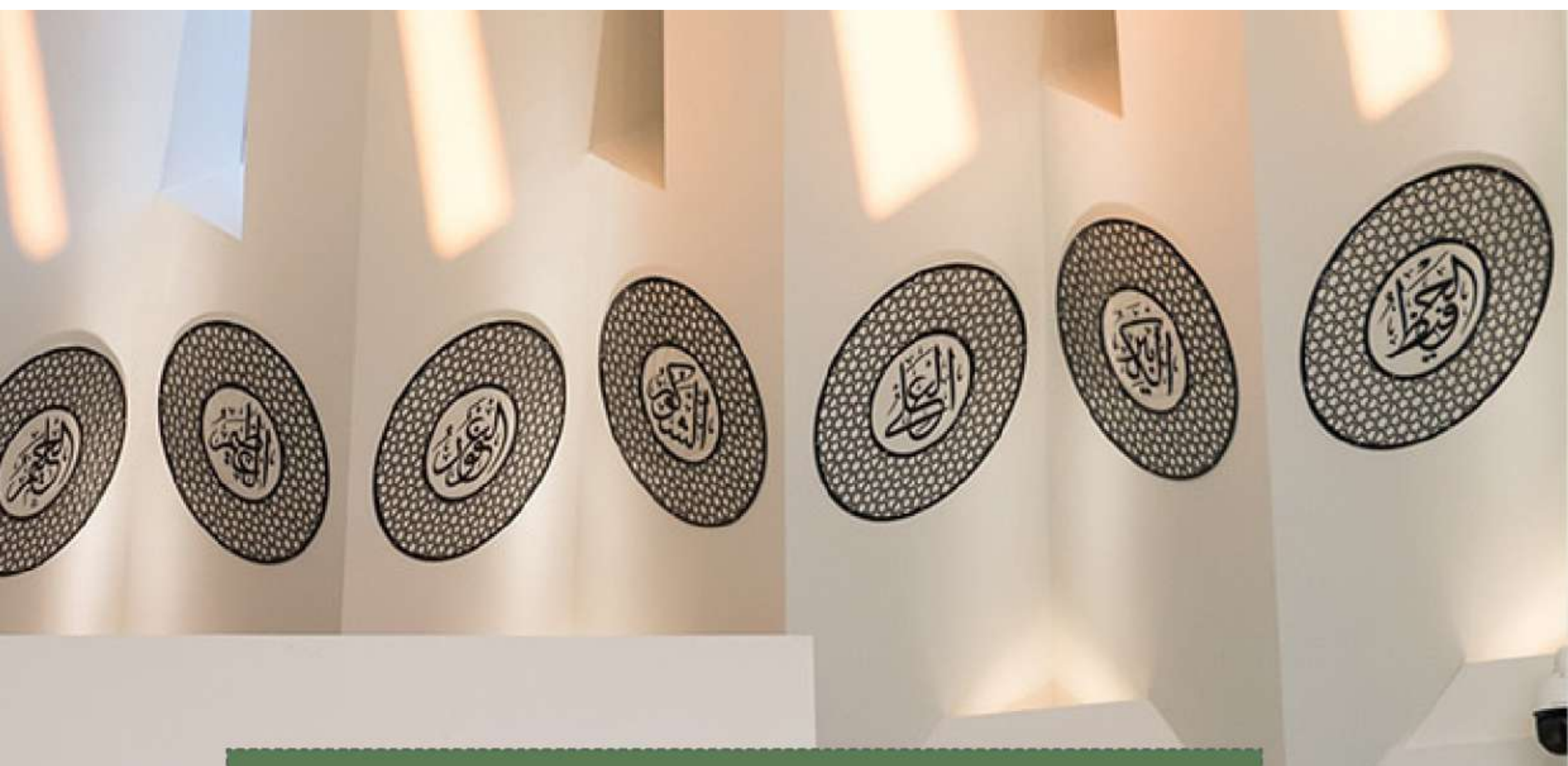

نوائے خلافت

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"خلافت کے ساتھ برکات کے جاری رہنے کا جو اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے وہ ایسے عجیب عجیب رنگ میں پورا ہو رہا ہے کہ انسانی سوچ اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتی۔ اپنوں اور غیروں کے یہ واقعات اور اللہ تعالیٰ کے نشانات خلافت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر دنیا کو امت واحدہ بنانا تھا اس کی سچائی کا ثبوت نہیں ہے تو اَور کیا ہے! یہ صرف جماعت احمدیہ ہے جو خلافت کے نظام کے تحت آج ساری دنیا میں اسلام کی ترقی اور تبلیغ کا کام کر رہی ہے اور جو ترقیات ہم نامساعد حالات کے باوجود دیکھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کا ثبوت ہی تو ہیں۔ اگر نہیں تو اَور کیا ہے! لیکن جس کی آنکھیں اندھی ہیں اس کو نظر نہیں آتا اور نہ آسکتا ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت جو حضرت مسیح موعودؑ سے شروع ہو گی اور تا قیامت چلے گی۔ ہمیشہ قائم رہے گی اور کوئی دشمن اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے ایمانوں میں مزید جلا پیدا کریں اور خلافت احمدیہ سے اپنے آپ کو جوڑے رکھیں اور اس کے قائم رکھنے کے لیے کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ ۲۶/ مئی ۲۰۲۳ء مطبوعہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۱۹/ جون ۲۰۲۳ء)

تفسیر سورۃ الفاتحۃ

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحات 16 تا 19)

مکرم چوہدری محمد مظہر صاحب

مربی سلسلہ و نیشنل سیکرٹری اشاعت

سورۃ فاتحہ میں گلاب ایسی وجوہ بے نظیری

کوئی نادان...... شاید باعث نادانی سوال کرے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ یہ ساری خوبیاں سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں متحقق اور ثابت ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بات کا یہی ثبوت ہے کہ جنہوں نے قرآن شریف کے بے مثل کمالات پر غور کی اور اس کی عبارت کو ایسے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر پایا کہ اس کی نظیر بنانے سے عاجز رہ گئے اور پھر اس کے دقائق و حقائق کو ایسے مرتبہ عالیہ پر دیکھا کہ تمام زمانہ میں اس کی نظیر نظر نہ آئی اور اس میں وہ تاثیرات عجیبہ مشاہدہ کیں کہ جو انسانی کلمات میں ہرگز نہیں ہوا کرتیں اور پھر اس میں یہ صفت پاک دیکھی کہ وہ بطور ہزل اور فضول گوئی کے نازل نہیں ہوا بلکہ عین ضرورت حقہ کے وقت نازل ہوا تو انہوں نے ان تمام کمالات کے مشاہدہ کرنے سے بے اختیار اس کی بے مثل عظمت کو تسلیم کر لیا اور ان میں سے جو لوگ بباعث شقاوت ازلی نعمت ایمان سے محروم رہے ان کے دلوں پر بھی اس قدر ہیبت اور رعب اس بے مثل کلام کا پڑا کہ انہوں نے بھی مبہوت اور سراسیمہ ہو کر یہ کہا کہ یہ تو سحر مبین ہے۔ اور پھر منصف کو اس بات سے بھی قرآن شریف کے بے مثل و مانند ہونے

پر ایک قوی دلیل ملتی ہے اور روشن ثبوت ہاتھ میں آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مخالفین کو تیرہ سو برس سے خود قرآن شریف مقابلہ کرنے کی سخت غیرت دلاتا ہے اور لاجواب رہ کر مخالفت اور انکار کرنے والوں کا نام شریر اور پلید اور لعنتی اور جہنمی رکھتا ہے۔ مگر پھر بھی مخالفین نے نامردوں اور مخنّثوں کی طرح کمال بے شرمی اور بے حیائی سے اس تمام ذلت اور بے آبروئی اور بے عزتی کو اپنے لئے منظور کیا اور یہ روا رکھا کہ ان کا نام جھوٹا اور ذلیل اور بے حیا اور خبیث اور پلید اور شریر اور بے ایمان اور جہنمی رکھا جاوے مگر ایک قلیل المقدار سورۃ کا مقابلہ نہ کر سکے اور نہ ان خوبیوں اور صفتوں اور عظمتوں اور صداقتوں میں کچھ نقص نکال سکے کہ جن کو کلام الٰہی نے پیش کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے مخالفین پر در حالت انکار لازم تھا اور اب بھی لازم ہے کہ اگر وہ اپنے کفر اور بے ایمانی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو وہ قرآن شریف کی کسی سورۃ کی نظیر پیش کریں اور کوئی ایسا کلام بطور معارضہ ہمارے سامنے لاویں کہ جس میں یہ تمام ظاہری و باطنی خوبیاں پائی جاتی ہوں کہ جو قرآن شریف کی ہر یک اقل قلیل سورۃ میں پائی جاتی ہیں یعنی عبارت اس کی ایسی اعلیٰ درجہ کی بلاغت پر باوصف التزام راستی اور صداقت اور باوصف التزام ضرورت حقہ کے واقعہ ہو کہ ہرگز کسی بشر کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ معانی کسی دوسری ایسی ہی فصیح عبارت میں لا سکے اور مضمون اُس کا نہایت اعلیٰ درجہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو اور پھر وہ صداقتیں بھی ایسی ہوں کہ فضول طور پر نہ لکھی گئی ہوں بلکہ کمال درجہ کی ضرورت نے ان کا لکھنا واجب کیا ہو اور نیز وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ قبل ان کے ظہور کے تمام دنیا ان سے بے خبر ہو اور ان کا ظہور ایک نئی نعمت کی طرح ہو اور پھر ان تمام خوبیوں کے ساتھ ایک یہ روحانی خاصہ بھی ان میں موجود ہو کہ قرآن شریف کی طرح ان میں وہ صریح تاثیریں بھی پائی جائیں جن کا ثبوت ہم نے اس کتاب میں دے دیا ہے اور ہر وقت طالب حق کے لئے تازہ سے تازہ ثبوت دینے کو طیار ہیں اور جب تک کوئی معارض ایسی نظیر پیش نہ کرے تب تک اسی کا عاجز رہنا قرآن شریف کی بے نظیری کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ وجوہ بے نظیری قرآن شریف کی جو اس جگہ لکھی گئی یہ تو ہم نے بطور تنزل اور کفایت شعاری کے لکھی ہیں اور اگر ہم قرآن شریف کی ان تمام دوسری خوبیوں کو بھی کہ جو اس میں پائی جاتی ہیں نظیر طلب کرنے کے لئے لازمی شرط ٹھہراویں مثلاً اپنے مخالفوں کو یہ کہیں کہ جیسا قرآن شریف تمام حقائق اور معارف دینی پر محیط اور مشتمل ہے اور کوئی دینی صداقت اس سے باہر نہیں اور جیسا وہ صدہا امور غیبیہ اور پیشگوئیوں پر احاطہ رکھتا ہے اور پیشگوئیاں بھی ایسی قادرانہ کہ جن میں اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست پائی جاتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں بھی ہمراہ متذکرہ بالا خوبیوں کے اپنے معارضانہ کلام میں پیش کر کے دکھلاویں تو اس شرط سے ان کو تباہی پر تباہی اور موت پر موت آوے گی۔ مگر چونکہ جس قدر پہلے اس سے قرآن شریف کی خوبیاں لکھی گئی ہیں وہی دشمن کور باطن کے ملزم اور لاجواب اور عاجز کرنے کے لئے کافی ہیں اور انہیں سے ہمارے مخالفوں پر وہ حالت وارد ہو گی جس سے مُردوں سے پرلے پار ہو جائیں گے۔ اس لئے قرآن شریف کی تمام خوبیوں کو نظیر طلب کرنے کے لئے پیش کرنا غیر ضروری ہے اور نیز تمام خوبیوں کے لکھنے سے کتاب میں بھی بہت سا طول ہو جائے گا۔ سو اسی قدر قتلِ موذی کے لئے کافی ہتھیار سمجھ کر پیش کیا گیا۔ اب باوصف اس کے کہ بتاتر رعایت و تخفیف قرآن شریف کی کسی اَقلّ قلیل سورۃ کی نظیر مخالفوں سے طلب کی جاتی ہے مگر پھر بھی ہر ایک باخبر آدمی پر ظاہر ہے کہ مخالفین باوجود سخت حرص اور شدت عناد اور پرلے درجہ کی مخالفت اور عداوت کے مقابلہ اور معارضہ سے قدیم سے عاجز رہے ہیں اور اب بھی عاجز ہیں اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں اور باوجود اس بات کے کہ اس مقابلہ سے ان کا عاجز رہنا ان کو ذلیل بناتا ہے، جہنمی ٹھہراتا ہے، کافر اور بے ایمان کا ان کو لقب دیتا ہے، بے حیا اور بے شرم ان کا نام رکھتا ہے۔ مگر مُردہ کی طرح ان کے مونہہ سے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ پس لاجواب رہنے کی ساری ذلتوں کو قبول کرنا اور تمام ذلیل ناموں کو اپنے لئے روا رکھنا اور تمام قسم کی بے حیائی اور بے شرمی کی خس و خاشاک کو اپنے سر پر اٹھا لینا اس بات پر نہایت روشن دلیل ہے کہ ان ذلیل چمگادڑوں کی اس آفتاب حقیقت کے آگے کچھ پیش نہیں جاتی۔ پس جبکہ اُس آفتاب صداقت کی اس قدر تیز شعائیں چاروں طرف سے چھوٹ رہی ہیں کہ ان کے سامنے ہمارے دشمن خفاش سیرت اندھے ہو رہے ہیں تو اس صورت میں یہ بالکل مکابرہ اور سخت جہالت ہے کہ گلاب کے پھول کی خوبیوں کو کہ جو بہ نسبت قرآنی خوبیوں کے ضعیف اور کمزور اور قلیل الثبوت ہیں اس مرتبہ بے نظیری پر سمجھا جائے کہ انسانی قوتیں ان کی مثل بنانے

سے عاجز ہیں مگر ان اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو کہ جو کئی درجہ گلاب کے پھول کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے افضل و بہتر اور قوی الثبوت ہیں ایسا خیال کیا جائے کہ گویا انسان ان کی نظیر بنانے پر قادر ہے۔ حالانکہ جس حالت میں انسان میں یہ قدرت نہیں پائی جاتی کہ ایک گلاب کے پھول کی جو صرف ایک ساعت تر و تازہ اور خوشنما نظر آتا ہے اور دوسری ساعت میں نہایت افسردہ اور پژمردہ اور بدنما ہو جاتا ہے اور اس کا وہ لطیف رنگ اُڑ جاتا ہے اور اس کے بات ایک دوسرے سے الگ ہو کر گر پڑتے ہیں نظیر بنا سکے تو پھر ایسے حقیقی پھول کا مقابلہ کیونکر ہو سکے جس کے لئے مالک ازلی نے بہار جاوداں رکھی ہے اور جس کو ہمیشہ بادخزاں کے صدمات سے محفوظ رکھا ہے اور جس کی طراوت اور ملائمت اور حسن اور نزاکت میں کبھی فرق نہیں آتا اور کبھی افسردگی اور پژمردگی اس کی ذات بابرکات میں راہ نہیں پاتی بلکہ جس قدر پرانا ہوتا جاتا ہے اسی قدر اس کی تازگی اور طراوت زیادہ سے زیادہ کھلتی جاتی ہے اور اس کے عجائبات زیادہ سے زیادہ منکشف ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حقائق دقائق لوگوں پر بکثرت ظاہر ہوتے جاتے ہیں تو پھر ایسے حقیقی پھول کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور مراتب سے انکار کرنا پرلے درجہ کی کور باطنی ہے یا نہیں۔ بہر حال اگر کوئی ایسا ہی نابینا ہو کہ جو اپنی اس کور باطنی سے ان خوبیوں کی شان عظیم کو نہ سمجھتا ہو تو یہ بار ثبوت اسی نادان کی گردن پر ہے کہ جو کچھ ہم نے بے نظیری کلام الٰہی کا ثبوت دیا ہے اور جس قدر ہم نے وجوہ متفرقہ سے اس پاک کلام کا انسانی طاقتوں سے بلند تر ہونا بہ پایہ ثبوت پہنچایا ہے ان سب فضائل قرآنی کی نظیر پیش کرے اور کسی انسان کے کلام میں ایسے ہی کمالات ظاہری و باطنی دکھلاوے جن کا کلام الٰہی میں پایا جانا ہم نے ثابت کر دیا ہے۔

(براہین احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 409 تا 414 حاشیہ نمبر 11)

الفاظ	معانی	اعراب	الفاظ	معانی	اعراب
متحقق	ثابت شدہ، یقینی، مستند	مُتَحَقِّقْ	کمالات	کمال کی جمع، ہنر، قابلیت، خاص خوبی یا وصف	کَمَالَاتْ
فصاحت	سلاست و لطافتِ کلام، خوش بیانی	فَصَاحَتْ	بلاغت	معانی بیان، خوش بیانی، کلام میں مرتبہ کمال تک پہنچنا	بَلَاغَتْ
نظیر	مثال، تمثیل، ثانی، نمونہ	نَظِیْرْ	عاجز	خاکسار، مغلوب، مجبور، لاچار	عَاجِزْ
دقائق	اسرار و رموز، باریکیاں، نکتے	دَقَائِقْ	حقائق	سچائیاں، واضح بات، امور	حَقَائِقْ
عالیہ	بلند، اونچی، قابل قدر	عَالِیَه	عجیبہ	حیرت انگیز، حیرت خیز	عَجِیْبَه
ہزل	بے ہودہ کلام یا باتیں، احمقانہ کام یا خیال	ہَزْلْ	شقاوت	بدبختی، نحوست، بے رحمی	شَقَاوَتْ
ازکی	زیادہ پاک، نہایت صاف	اَزْکٰی	ہیبت	خوف، دہشت، رعب دبدبہ	ہَیبَتْ
مبہوت	حیران، مخمور، مدہوش	مَبْہُوْتْ	سراسیمہ	پریشان، حیران، مضطرب، متفکر	سَرَاسِیْمَه
منصف	انصاف کرنے والا انسان، عادل	مُنْصِفْ	قوی	قوتیں، طاقتیں	قُوٰی
مخنّثوں	خواجہ سرا	مُخَنَّثُوْں	بے آبروئی	بے عزتی، حقارت، تحقیر	بَے آبرُوْئی
روا رکھا	جائز سمجھ کر جاری رکھنا	رَوَا رَکْھا	قلیل المقدار	کم مقدار والا، تھوڑا سا	قَلِیْلُ الْمِقْدَارْ
معارضہ	جھگڑا، مقابلہ، اعتراض	مُعَارَضَه	باوصف	تعریف، خوبی، صفت	بَاوَصْفْ
التزام	لازم قرار دے لینا	اِلْتِزَامْ	صریح	واضح طور پر، برملا، کھلا، برملا	صَرِیْحْ
معارض	جھگڑا کرنے والا، معترض، مقابل	مُعَارِضْ	تنزل	اُترنا، پستی، زوال	تَنَزُّلْ

الفاظ	معانی	اعراب
کفایت شعاری	بچت کرنا	کِفَایَتْ شِعَارِیْ
ادبار	پیٹھ پھیرنا، شکست	اِدْبَارْ
بتاتر	بہت زیادہ، حد سے زیادہ، کثرت سے	بَتَمَاتَرْ
اَقل" قلیل	بہت تھوڑا، نہایت کم	آقَالْ قَلِیْلْ
لقب	وہ نام جو کسی پسندیدہ یا ناپسندیدہ کام کی وجہ سے مشہور ہو گیا ہو، تخلص، خطاب، اعزازی نام	لَقَبْ
خفاش	چمگادڑ، ایک پرندہ جسے صرف رات کی تاریکی میں نظر آتا ہے اور دن میں کچھ دکھائی نہیں دیتا	خُفَاشْ
ساعت	وقت، زمانہ	سَاعَتْ
جاوداں	دوامی، ہمیشہ	جَاوِدَاں
منکشف	ظاہر ہونا، کھل جانا، پردہ اٹھ جانا	مُنْکَشِفْ

الفاظ	معانی	اعراب
محیط	گھیرنے والا، احاطہ کیا ہوا	مُحِیْطْ
معارضانہ	مخالفانہ، دشمنی کا	مُعَارِضَانَہ
تخفیف	کمی، افاقہ	تَخْفِیْفْ
عناد	دشمنی، سرکشی، مخالفت	عِنَادْ
خس و خاشاک	گھاس پھوس، تنکے گھاس پوس، تنکے	خَسْ وخَاشَاکْ
مکابرہ	آپس میں بڑائی جتانا، برابری کرنا، بناوٹی باتیں	مُکَابَرَۃْ
پژمردہ	مرجھایا ہوا، افسردہ	پَژْمُرْدَہْ
طراوت	ٹھنڈک	طَرَاوَتْ

حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ المعروف مرہم عیسیٰ

حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ المعروف مرہم عیسیٰ نے ۱۸۹۲ء میں بیعت کی۔ آپؓ اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپؓ سر سید احمد خاں مرحوم کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت صاحب کا تذکرہ سنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔ براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ اس سے آپؓ کے دل میں حضرت صاحب کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور آپؓ قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی وساطت سے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۳۲)

"میں سر سید مرحوم کا لٹریچر پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ ان کی اخبار تہذیب الاخلاق اور تفسیر کا کل مجموعہ اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔ سر سید مرحوم کے مضامین سے مجھے خاص دلچسپی دین کے ساتھ پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت صاحب کا تذکرہ سُنا اور کچھ حضرت صاحب کے اشتہارات بھی دیکھے۔ براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ اس سے میرے دل میں حضرت صاحب کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور میں قادیان گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وساطت سے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوا۔"

(رجسٹر روایات صحابہؓ (غیر مطبوعہ) جلد ۹ صفحہ ۲۴۴ روایت حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ مرہم عیسیٰ)

اسوۂ کامل۔ غریبوں کی دستگیری و شفقت و الفت

حضرت انس بن مالک خادم رسول نے ایک مجنون عورت کے ساتھ رسول کریم کی شفقت و محبت کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے کہ مدینہ میں ایک پگلی سی عورت رہتی تھی۔ جس کا نام اُم زفر تھا، حضرت خدیجہ کی خادمہ خاص رہ چکی تھی (بعد میں عقل میں کچھ فتور پڑ گیا تھا)۔ وہ ایک روز حضور کے پاس آگئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے کس وسعت حوصلہ سے اس کمزور اور دیوانی عورت کو یہ جواب دیا کہ اے فلاں کی ماں! مدینہ کے جس راستہ یا گلی میں کہو بیٹھ جاؤ اور میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر بات سنوں گا اور تمہارا کام کر دونگا۔ چنانچہ وہ عورت ایک جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ حضور بھی اس کے ساتھ بیٹھ رہے۔ اس عورت نے اپنی حاجت بیان کی اور آپ اس وقت تک اٹھے نہیں جب تک اس عورت کی تسلی نہیں ہوگئی۔

(ابن ماجہ)

غلاموں، لونڈیوں کا جو حال اُس زمانہ میں تھا تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اسے خوب جانتے ہیں۔ اُن سے جانوروں کا سا سلوک ہوتا تھا۔ ایک حبشی لونڈی مدینہ میں رہتی تھی اسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ ایک روز بے چاری اپنی بیماری کی شکایت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ حضور مجھے جب مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس تکلیف اور بے پردگی سے بچائے۔ آپ نے اس حبشی خاتون کی بہت دلداری فرمائی۔ کچھ دیر تسلی کی باتیں اس سے کرتے رہے پھر فرمایا اگر تم چاہو اور صبر کر سکو تو تمہیں اس کے بدلہ جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ معجزانہ طور پر تمہیں اس بیماری سے شفا دیدے۔ وہ کہنے لگی حضور! میں صبر کرتی ہوں لیکن آپ یہ دعا ضرور کریں کہ میں مرگی کی حالت میں بے پردگی سے بچ جاؤں۔ حضرت ابن عباسؓ لوگوں کو یہ لونڈی دکھا کر کہتے تھے کیا میں تمہیں اہلِ جنت میں سے ایک عورت نہ دکھاؤں۔ (بخاری)

سیرت المہدیؑ۔ عیادت و خبر گیری

مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعود کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا اور اب تک اس کا خاندان خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہے۔ مہر حامد علی نہایت غریب مزاج تھا اس کا مکان فصیل قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفن ہوتا تھا اور زمین دار آدمی تھے خود اس کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا۔ مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اسی قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمیندار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ بہر حال اسی جگہ وہ رہتا تھا وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی۔ حضرت اقدس متعدّد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کو تشریف لے گئے جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی اور حضرت مسیح موعود بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لئے کہ فطرتی طور پر یہ وجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارتاً یا کنایۃً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپ کو اس عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔ آپ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔ مناسب موقعہ ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایک معمولی زمیندار تھا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپ کے زمین داروں میں ہونے کی وجہ سے وہ گویا رعایا کا ایک فرد تھا۔ مگر آپ نے کبھی تفاخر اور تفوق کو پسند نہ فرمایا۔ اس کے پاس جب جاتے تھے تو اپنا ایک عزیز بھائی سمجھ کر جاتے تھے اور اس طرح پر اس سے باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کے علاج کے متعلق اس قدر دلچسپی لیتے کہ دیکھنے والے صاف طور پر کہتے تھے کہ کوئی عزیزوں کی خبر گیری بھی اس طرح نہیں کرتا۔ بعض ادوایات جن کی ضرورت ہوتی اور کسی جگہ سے میسر نہ ہوتیں تو خود دے دیتے۔ غرض آپ نے متعدّد مرتبہ مہر حامد مرحوم کی عیادت فرمائی۔ اگرچہ مہر صاحب فوت ہو گئے مگر ان کو جو تسلی اور اطمینان اور خوشی اس امر کی تھی کہ حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) اس کی عیادت کو آتے اور خبر گیری فرماتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے۔ بعض وقت میں دیکھتا تھا کہ سرور سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ وہ اپنے گھر کو، اپنی حیثیت کو دیکھتا اور حضرت مسیح موعود کو دیکھتا کہ آپ اپنی جماعت کو لے کر اس کی عیادت کے لئے آ رہے ہیں اور اس کو الگ اور اس کی بیوی بچوں کو جو وہاں موجود ہوتے نہایت ہی پیارے الفاظ میں تسلی اور اطمینان دلاتے اور رو بخدا رہنے کی وصیت فرماتے رہتے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر مبرم اور اجل مقدر تھی۔ مہر حامد فوت ہو گیا آپ نے خود اس کا جنازہ پڑھا اور اس کے اخلاص اور وفادارانہ تعلق کا ذکر کرتے رہے۔ اس کا خاندان احمدی تھا اس کے بڑے بیٹے میاں مہر الدین مرحوم کے ساتھ اس محبت اور پیار سے پیش آتے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے سے۔ غرض آپ نے مہر حامد کی عیادت کے لئے جانے سے نہ تو اپنی حیثیت اور رتبہ کا بھی خیال کیا اور نہ اس بات نے آپ کو کبھی روکا کہ اس کا مکان ایسی جگہ اور ایسی حالت میں ہے کہ وہاں تعفن اور بدبو سے دماغ پھٹا پڑتا ہے اور نہ کسی اور چیز نے۔ آپ بڑی ہی بشاشت کے ساتھ جاتے اور عیادت فرماتے تھے۔

کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی

میں بیان مضامین بصورت سوال جواب

بعنوان فلسفۂ حیات

اسلامی اصول کی فلاسفی

یا

اسلام اور اسکی حقیقت

یعنی تقریر حضرت حجۃ اللہ میرزا غلام احمد صاحب

مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو

جلسہ مذاہب عظیم منعقدہ لاہور میں مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے

پڑھ کر سنایا + اور اس میں حکیم الامۃ حضرت مولانا نورالدین صاحب

کی تقریریں اور حضرت میر ناصر نواب صاحب کی نظم بھی شامل کی گئی ہیں

جو انہوں نے جلسہ مذکور میں سنائیں

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان میں مولوی حکیم

فضل الدین صاحب کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی

لاہور ٹاؤن ہال 1896ء

سوال نمبر1: مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی کے لکھنے کا پس منظر کیا تھا؟

جواب: ایک نیک دل ہندو "سوامی سادھو شوگن چندر" کو اصلاح و خدمت کے کام میں دلچسپی تھی۔ آخر انہیں 1892ء میں ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کی تجویز سوجھی۔ اس نوعیت کا پہلا جلسہ اجمیر میں کیا۔ 1896ء میں انہوں نے لاہور میں جلسہ مذاہب عالم کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ انتظامات کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی اور نامی گرامی ہندو کو اس کا پریذیڈنٹ اور چیف کورٹ لاہور کے ایک ہندو پلیڈر کو چیف سیکرٹری مقرر کیا۔ کانفرنس کے لیے 26/27/28 دسمبر 1896ء کی تاریخیں قرار پائیں۔ اور جلسہ کی کاروائی کے لیے چھ جہاندیدہ علم دوست افراد موڈریٹر نامزد کیے گئے۔ اس جلسہ کا اشتہار شائع کیا گیا جس میں کہا گیا کہ "جو جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے اس کی اغراض یہی ہیں کہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں ایک عام مجمع مہذّبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے اور اس کے دلائل اور براہین کو لوگ بخوبی سمجھ لیں اور اس طرح ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقع ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیاں دوسروں کے دلوں میں بٹھا دے اور سننے والوں کو بھی یہ موقع حاصل ہو کہ وہ ان سب بزرگوں کے مجمع میں ہر ایک تقریر کا دوسرے کی تقریر کے ساتھ موازنہ کریں اور جہاں حق کی چمک پاویں اس کو قبول کر لیں"۔

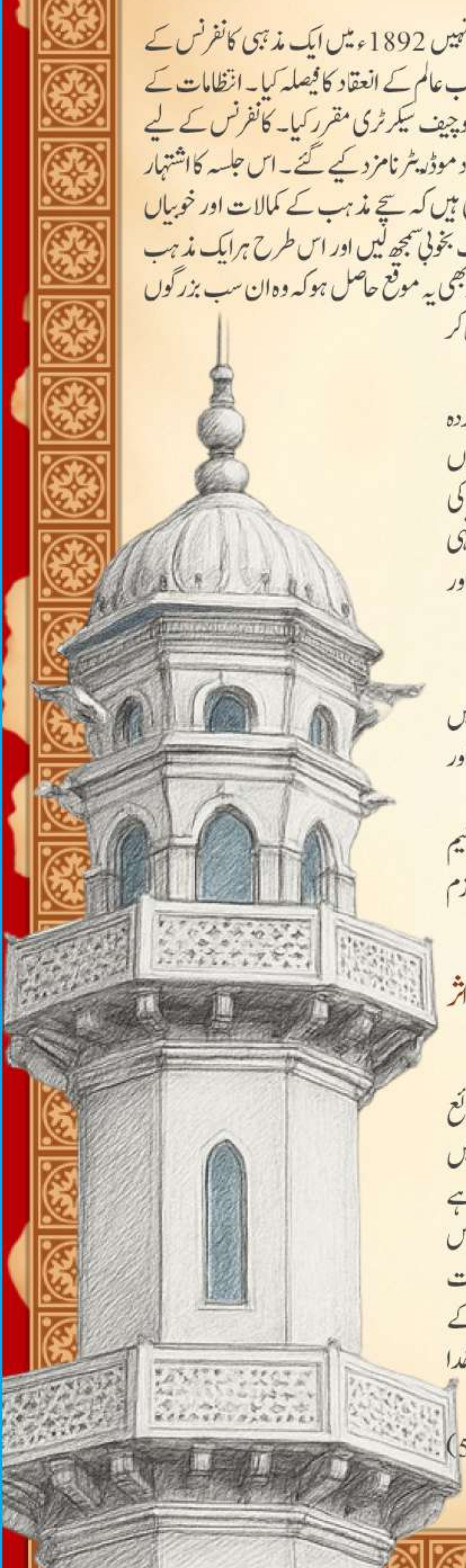

سوامی شوگن چندر صاحب نے کمیٹی کی طرف سے شائع کردہ جلسے کے اشتہار میں مذاہب عالم کے سرکردہ رہنماؤں کو اپنا مضمون پیش کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے لکھا کہ "کیا میں قبول کر سکتا ہوں کہ جو شخص دوسروں کو ایک مہلک بیماری میں خیال کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کی سلامتی میری دوا میں ہے اور بنی نوع کی ہمدردی کا دعویٰ بھی کرتا ہے وہ ایسے موقعہ پر جو غریب بیمار اس کو علاج کے لئے بلاتے ہیں وہ دانستہ پہلوتہی کرے؟ میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سا مذہب در حقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہوا ہے"۔

اس جلسہ میں اپنے مذہب کے کمالات اور خوبیاں بیان کرنے کے لئے درجِ ذیل پانچ سوالات شائع کیے۔
1۔ انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ 2۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ 3۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟ 4۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟ 5۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟
جلسہ میں سناتن دھرم، ہندوازم، آریہ سماج۔ فری تھنکر، برہمو سماج، تھیوسوفیکل سوسائٹی (ایک نیم فلسفیانہ نیم مذہبی مکتبِ فکر جس کے مطابق تمام مذاہب مشترک ہیں)، ریلیجن آف ہارمنی، عیسائیت، اسلام اور سکھ ازم کے نمائندوں نے تقریریں کیں۔

سوال نمبر2: حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مضمون کے مندرجات اور اثر انگیزی کے بارہ میں بطور پیشگوئی کیا اشتہار شائع فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے "سچائی کے طالبوں کے لیے خوشخبری" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا "جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں 26/27/28 دسمبر 1896ء کو ہوگا۔ اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ در حقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، تعارف صفحہ 5)

قرآنِ مجید میں قسموں کا فلسفہ

عاطف وقاص ۔ کینیڈا

اس مضمون میں اس اعتراض کا جواب دیا
گیا کہ اللہ نے غیراللہ کی قسم کیوں کھائی ہیں
مثلاً جن، انجیر، زیتوں، سورج، چاند وغیرہ ۔
تفصیل اس مضمون میں جانیئے۔

بدیہات کو بطورِ شاہد پیش کرنا

قرآن مجید کے متعلق ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے تو خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، زمین، زمانہ، انجیر، زیتون، قلم اور دیگر مخلوقات کی قسمیں کیوں کھائیں؟ کیا یہ تضاد نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا نہایت حکیمانہ جواب دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نظریات کو ثابت کرنے کے واسطے بدیہات کو بطورِ شاہد پیش کرتا ہے تاکہ نظری امور ثابت ہوں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 204)

اس فقرے میں ایک گہرا فلسفیانہ راز پوشیدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ قرآن مجید میں کسی مخلوق کی قسم کھاتا ہے تو وہ مخلوق دراصل بطورِ دلیل یا گواہ اللہ تعالیٰ ہی کی دوسری مخلوق کی وضاحت کے لیے پیش کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بات یا کسی اصولی حقیقت کو سمجھانے کے لیے ان چیزوں کی قسم کھاتا ہے جو سب کے لیے بدیہی اور ظاہر ہیں — یعنی جن کی حقیقت پر کوئی شخص شک نہیں کر سکتا۔ مثلاً، جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "والشمس وضحاھا" (قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج وحی کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے بطور ایسے گواہ کے پیش کر رہا ہے جو وحی کا علم رکھتا ہے، بلکہ وہ سورج کو بطور شاہد اس لیے پیش کر رہا ہے تاکہ وہ سمجھا سکے کہ وحی کس طرح کام کرتی ہے۔ جس طرح سورج دنیا کو روشن کرتا ہے، اسی طرح وحی الٰہی انسان کے باطن کو منور کرتی ہے۔

یہ دراصل نظری حقیقت (Abstract theory وحی و ہدایت) کو ظاہر و بدیہی مثال (Self-evident سورج کی روشنی) کے ذریعہ سمجھانے کا اسلوب ہے۔

یہ ایک علمی و تربیتی انداز بیان ہے، جس میں مخلوق کو بطورِ علامت، دلیل اور گواہ پیش کیا جاتا ہے، نہ کہ بطورِ شریکِ خدا۔

انسان کو غیر کی قسم کھانے سے اس لیے روکا گیا ہے کہ اس کے اندر شرک کا اندیشہ ہے — کیونکہ انسان جب مخلوق کی قسم کھاتا ہے تو وہ اس کی تعظیم یا اثر کا اعتراف کر رہا ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ خالقِ کُل ہے، اس لیے جب وہ مخلوقات کی قسم کھاتا ہے تو گویا وہ اپنی ہی ایک تخلیق کو اپنی ہی دوسری تخلیق پر گواہ بناتا ہے، جس کا مقصد انسان کو سمجھانا ہے۔ پس جبکہ دونوں ہی کو اس نے پیدا کیا ہے اس لیے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی وحی کو اسی نے پیدا کیا اور سورج اور اس کی روشنی کو بھی اسی نے پیدا کیا۔

پس یہ اعتراض بے بنیاد ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ کی یہ قسمیں دراصل ایک علمی و عقلی استدلال کا حصہ ہیں، جن کے ذریعہ وہ انسان کے وجدان اور عقل دونوں کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے مظاہر کائنات کو دیکھ کر حقیقتِ ایمان تک پہنچے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ کی قسمیں مخلوقات کی تعظیم کے لیے نہیں بلکہ حقیقتِ توحید کے اثبات کے لیے ہیں۔"

لہٰذا قرآن مجید کی یہ قسمیں انسان کو فلسفے، معرفت، اور یقین کی ان بلندیوں تک لے جاتی ہیں جہاں وہ نہ صرف خدا کے وجود کو مانتا ہے بلکہ اس کی عظمت، محبت اور خشیت سے بھر جاتا ہے — جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ علومِ حقہ سے واقفیت جہاں ایک طرف سچی خشیت پیدا کرتی ہے وہاں دوسری طرف ان علوم سے خدا پرستی پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 206)

پس یہ جو قسمیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ پیش فرماتا ہے یہ قسمیں ہمیں علوم کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ مثلاً جب فرمایا کہ قسم ہے قلم کی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیاوی علوم سے واقفیت انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرے گی اگر علم حاصل کرنے والا نیک فطرت ہوگا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے مطابق علم دل میں خوف پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس لیے کہ انسان علم کے ذریعے کائنات کی وسعت، مادے کے اندر موجود خوفناک طاقتوں اور انسانی پیدائش میں جو انتہائی پیچیدہ کاری گری استعمال ہوئی ہے جب ان سب سے واقفیت حاصل کرتا ہے تو نہ چاہنے کے باوجود، غیر ارادی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ یعنی اسے ماننا پڑتا ہے کہ ایک اعلیٰ ارفع ذہین کامل علم، کامل قدرت رکھنے والی ہستی ہے جس نے یہ سب تخلیق کیا ہے۔ نیز اگر علم حاصل کرنے والا مومن ہے تو علوم سے واقفیت بڑھنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کے قریب تر ہوتا جائے گا۔ اس کی عبادت ایک عارف باللہ کی عبادت ہوگی نہ کہ محض روایتی عبادت۔

سیرت خلفائے راشدین

تھوڑی دیر بعد ان کے واپس آجانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا ۔۔۔۔۔۔ تفصیلی مضمون پڑھیئے۔

شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ

خدا اور اُس کا رسول ﷺ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے عرب اور شام کی سرحد پر بسنے والے غیر مسلم قبیلوں کو مدد دے کر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں ۔ جب یہ خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے انتظار کرنے کی بجائے خود حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔ ان دنوں حکومت کی کوئی باقاعدہ آمدنی تو ہوتی نہیں تھی جب ضرورت پڑتی رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو خدا کی راہ میں چندہ کے لیے کہتے ۔ اس دفعہ بھی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو چندہ دینے کے لیے کہا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ چندہ دیا۔ کسی نے ایک ہزار درہم دیا تو کسی نے چار ہزار کسی نے اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ ایک صحابی ایسے بھی تھے جنہوں نے گھر میں جو کچھ تھا اکٹھا کیا اور حضور کے قدموں میں لا ڈالا ۔ مال اتنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے پوچھا: کچھ بیوی بچوں کے لیے بھی چھوڑا ہے ؟ وہ صحابی کہنے لگے : اپنی بیوی اور بچوں کے لیے خدا اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں ۔ جانتے ہو یہ صحابی کون ہیں ؟ رسول اللہ کے اس عاشق کا نام ابوبکر صدیق تھا، رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور رسول اللہ کے پہلے خلیفہ ۔

(سوانح حضرت ابوبکرؓ۔ صاحبزادہ مرزا غلام احمد، ایم اے

سپہ گر، شہ سوار اور نمدہ کا کُرتا

اس زمانے میں شرفائے عرب جن چیزوں کی تربیت حاصل کرتے ان میں نسب دانی ، سپہ گری ، شہسواری، پہلوانی اور خطابت شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان تمام کاموں میں کمال حاصل کیا۔ فن نسب دانی میں تو آپ کے والد اور دادا نفیل دونوں اپنے زمانے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی اس موروثی فن کو سیکھا۔ فن پہلوانی اور کشتی میں کمال مہارت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ عکاظ کے دنگل میں جہاں سال کے سال میلہ لگتا تھا اور اہل عرب کے تمام معروف ترین اور چوٹی کے اہلِ فن اپنے فنون کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ اس میلے میں حضرت عمرؓ بھی اپنی پہلوانی اور کشتی کے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کو لکھنے پڑھنے کا بھی شغف تھا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولِ کریم ﷺ کی بعثت کے وقت قریش میں صرف ۱۷ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان میں ایک حضرت عمرؓ بن الخطاب تھے۔

(فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۷۱)

عربوں میں اونٹ چرانا قومی روایات میں سے تھا اور اس کو معیوب نہیں گردانا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے والد کے حکم سے جوانی میں اونٹ چرائے۔ بعد میں اپنی خلافت کے زمانے میں ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ کا اس مقام (ضنجان جہاں آپ بچپن میں اونٹ چراتے تھے) سے گزر ہوا تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ

"اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ میں نمدہ کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا۔ آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں۔" (طبقات ابن سعد)

(سیرۃ و سوانح حضرت عمر۔ منصور احمد نور الدین، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ)

سفیر اسلام کی شہادت کی خبر اور بیعتِ رضوان

ہجرت مدینہ کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ چنانچہ ذی قعدہ 6 ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کو علم ہوا تو انہوں نے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب پہنچ کر حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور صحابہ سے مشورہ مانگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت عمرؓ کو سفیر بنا کر بھیجا جائے تا وہ قریش کو سمجھائیں کہ ہم صرف زیارت کعبہ اور عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑنا ہمارا مقصد نہیں ۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کو ایسے شخص کا نہ بتاؤں جو اس کام کے لیے زیادہ موزوں ہے اور قریش کی نظر میں خاص عزت رکھتا ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بتاؤ وہ شخص کون ہے ؟ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی تجویز کو منظور فرمایا۔

اس طرح حضرت عثمان وہ خوش قسمت شخص ٹھہرے جن کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا لیکن جب ان کے آنے میں دیر ہو گئی اور یہ سمجھ لیا گیا کہ شاید انہیں قریش نے شہید کر دیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلہ لینے کا فیصلہ فرمایا اور ایک درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی اور آخر میں اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت لی۔ یہ بیعت رضوان اور بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ان کے واپس آجانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا کہ مسلمان اگلے سال آکر کعبہ کا طواف کر لیں۔ یہ تھے حضرت عثمانؓ بن عفان جو قریش کے قبیلہ بنو امیہ سے تھے۔

(سوانح حضرت عثمان غنیؓ۔ شائع کردہ خدام الاحمدیہ ، صفحہ نمبر 1-2)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہتا ہے وہ صحیح ہے

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تیرہ سال گزارے اور بچپن سے گزرتے ہوئے نوجوانی کی عمر کو پہنچے۔ اس عرصہ میں آپ کی خوش نصیبی یہ رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت آپ کو مستقل نصیب رہی۔ کفار و مشرکین کی مجالس میں عموماً حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ ہوتے ۔ ایک روایت میں حضرت علیؓ خود اس زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے اس طرح رہتا تھا جس طرح اونٹنی کا بچہ اونٹنی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اگرچہ کم عمری کے باعث آپ کوئی اہم کارنامہ یا خدمت تو سرانجام نہ دے سکتے تھے لیکن سب سے اہم اور قابل ذکر بات یہی ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل صحبت میسر رہی اور اس دوران جب مسلمان ابھی چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے تو حضرت علیؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس عبادت میں مصروف ہوتے ۔

ایک روز حضرت ابوطالب نے حضرت علیؓ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تو حضرت علیؓ نے اپنے قبولِ اسلام کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ بیٹا! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہتا ہے وہ صحیح ہے اور تم اس کی بات پر عمل کرو کوئی حرج نہیں۔

(سوانح حضرت علی۔ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، صفحہ نمبر2)

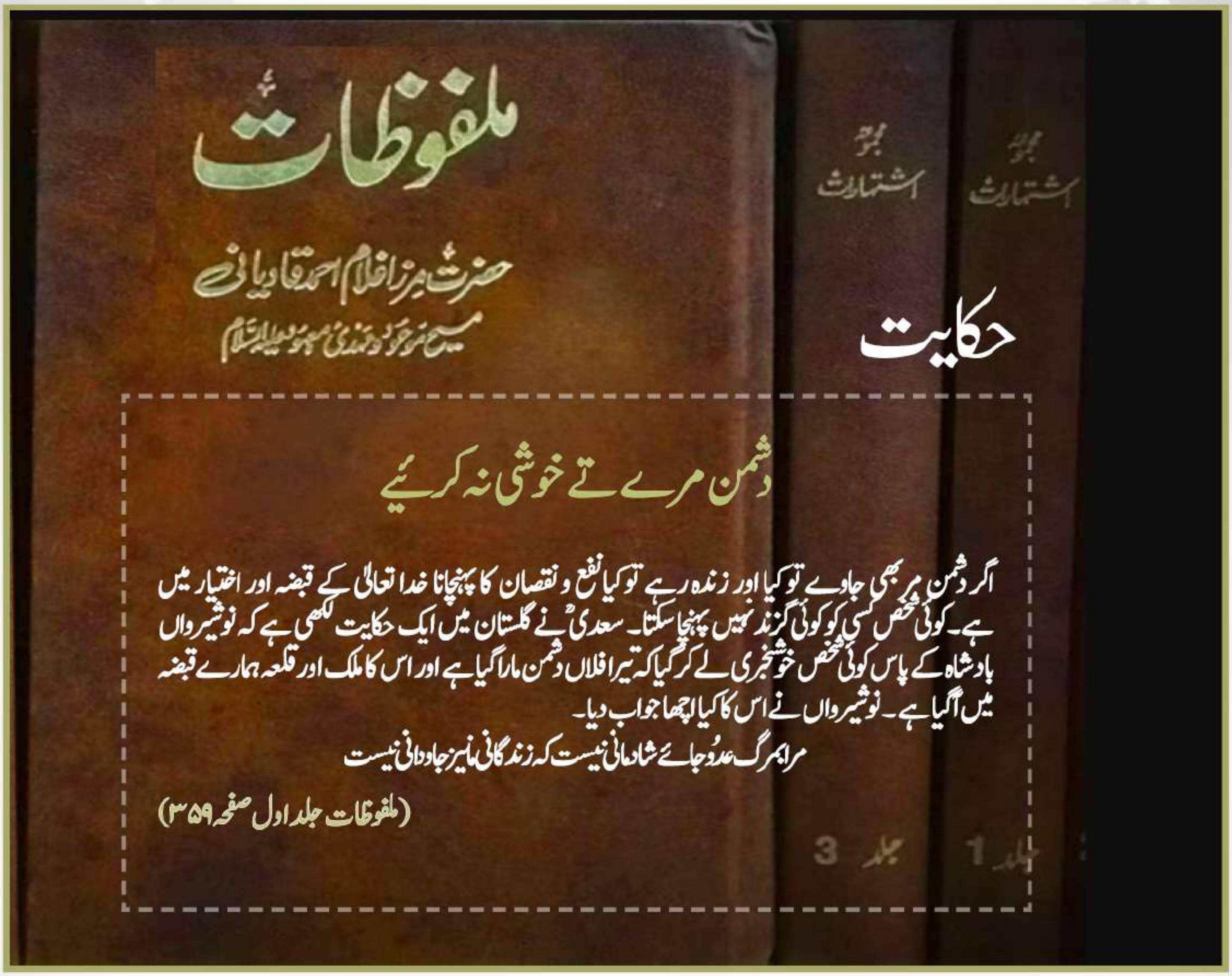

حکایت

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے

اگر دشمن مر بھی جاوے تو کیا اور زندہ رہے تو کیا نفع و نقصان کا پہنچانا خدا تعالیٰ کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ کوئی شخص کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ سعدیؒ نے گلستان میں ایک حکایت لکھی ہے کہ نوشیرواں بادشاہ کے پاس کوئی شخص خوشخبری لے کر گیا کہ تیرا فلاں دشمن مارا گیا ہے اور اس کا ملک اور قلعہ ہمارے قبضہ میں آگیا ہے۔ نوشیرواں نے اس کا کیا اچھا جواب دیا۔

مرا بمرگ عدوُ جائے شادمانی نیست کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۵۹)

"ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں"

(کلام امام الزمان علیہ الصلاۃ والسلام)

اس زندگی کے کُل انفاس اگر دنیاوی کاموں میں گذر گئے۔ تو آخرت کے لئے کیا ذخیرہ کیا۔

تہجد میں خاص کر اُٹھو اور ذوق اور شوق سے ادا کرو۔ درمیانی نمازوں میں بہ باعث ملازمت کے ابتلا آجاتا ہے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیے۔ ظہر و عصر کبھی کبھی جمع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضعیف لوگ ہوں گے۔ اس لیے یہ گنجائش رکھ دی۔ مگر یہ گنجائش تین نمازوں کے جمع کرنے میں نہیں ہو سکتی۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۶، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

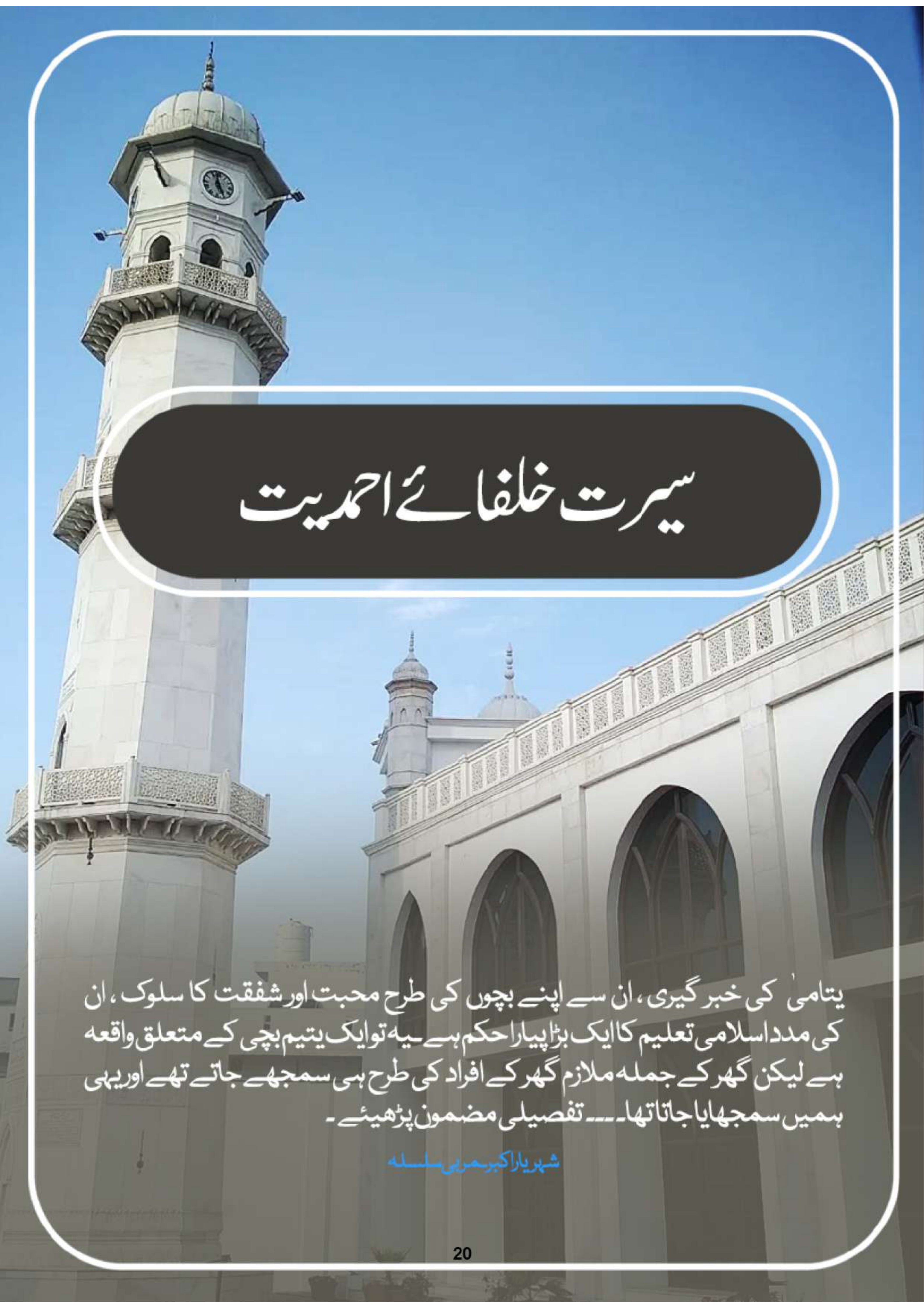

سیرت خلفائے احمدیت

یتامیٰ کی خبر گیری، ان سے اپنے بچوں کی طرح محبت اور شفقت کا سلوک، ان کی مدد اسلامی تعلیم کا ایک بڑا پیارا حکم ہے۔ یہ تو ایک یتیم بچی کے متعلق واقعہ ہے لیکن گھر کے جملہ ملازم گھر کے افراد کی طرح ہی سمجھے جاتے تھے اور یہی ہمیں سمجھایا جاتا تھا۔۔۔۔ تفصیلی مضمون پڑھیئے۔

شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ

''خدا کی کتاب کیوں نہیں پڑھاتے؟''

1853ء کے قریب جب آپ کی عمر بارہ سال ہوئی، آپ کو اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس لاہور آنا پڑا۔ جنہوں نے مدرسہ کھول رکھا تھا۔ یہاں آکر آپ کو ایک بیماری ہو گئی۔ اس وقت آپ کے دل میں طبی تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔ مگر آپ کے بھائی صاحب نے آپ کو طب پڑھانے کی بجائے منشی محمد قاسم صاحب کے پاس فارسی کی تعلیم کے لئے بھیجوا دیا۔ دو سال کے بعد آپ بھیرہ واپس آ گئے۔ آپ کے بھائی صاحب نے عربی کی تعلیم دینی شروع کی۔ آپ نے بہت جلد عربی کی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ 1857ء میں کلکتہ کے ایک تاجر آپ کے مکان میں آئے اور آپ کی پڑھائی کے بارہ میں کہا کہ آپ جو اس کو دوسری کتابیں پڑھاتے ہیں خدا کی کتاب کیوں نہیں پڑھاتے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک باترجمہ قرآن شریف آپ کو دے دیا۔ چنانچہ آپ کے بھائی صاحب نے آپ کو وہی پڑھانا شروع کر دیا۔ اس وقت سے آپ کو قرآن مجید سے محبت پیدا ہو گئی جو کہ ساری عمر نہ صرف قائم رہی بلکہ مسلسل بڑھتی رہی۔

(سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ، نوراللہ مرقدہ، تصنیف رضیہ درد، صفحہ 6-7)

''تم بھی اس کے منہ پر طمانچہ مارو''

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب فرماتے ہیں: دار مسیح کے جس حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی رہائش تھی اس سے ملحق جو مکان کا حصہ تھا اس میں ہماری والدہ اور بچے رہتے تھے۔ اس کے صحن میں بچے بعض گھریلو کھیلیں شام کو کھیلتے تھے۔ اسی طرح کی ایک کھیل ہم شام کو کھیل رہے تھے ایک لڑکی جو میری ہم عمر تھی (اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کی ہو گی) اس نے کوئی ایسی بات کی جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ عین اس وقت اباجان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ ناقل) صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میری طرف آئے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر کھڑا کیا اور اس بچی کو بھی پاس بلایا اور اسے کہا کہ اس نے تمہیں مارا ہے تم بھی اس کے منہ پر طمانچہ مارو لیکن پھر بھی اسے جرات نہ ہوئی۔ اس کے بعد غصے میں اور جوش میں مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں ہے اس لئے تم جو چاہو اس سے سلوک کر سکتے ہو تو اچھی طرح سن لو کہ میں اس کا باپ ہوں۔ اور اب اگر تم نے اس پر انگلی بھی اٹھائی تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ (مجھے بعد میں علم ہوا کہ یہ بچی ایک سید خاندان کی یتیم بچی تھی جو اباجان نے اپنے زیر سایہ لے لی تھی۔)
یتامی کی خبر گیری، ان سے اپنے بچوں کی طرح محبت اور شفقت کا سلوک، ان کی مدد اسلامی تعلیم کا ایک بڑا پیارا حکم ہے۔ یہ تو ایک یتیم بچی کے متعلق واقعہ ہے لیکن گھر کے جملہ ملازم گھر کے افراد کی طرح ہی سمجھے جاتے تھے اور یہی ہمیں سمجھایا جاتا تھا۔ ہماری مجال نہیں تھی کہ کسی ملازم سے تو تڑاک کریں۔ سب گھروں میں بہت سادگی کا طریق آپ نے رکھا ہوا تھا۔ نہ کوئی خاص فرنیچر نہ زیبائش کی اشیاء، نہ فرشوں پر قالین۔ عام اور سستی دریاں بچھی ہوتی تھیں۔ فرش پر ہی دستر خوان بچھا دیا جاتا اور دریوں پر ہی بیٹھ کر سب کھانا کھاتے تھے۔ گھروں میں سادگی کے متعلق لکھتے لکھتے یاد آیا کہ حضرت اباجان اپنی بیگمات کو ان کے ذاتی اخراجات اور گھریلو اخراجات کے لئے جو رقوم ادا فرماتے تھے وہ اس قدر قلیل رقم ہوتی تھی کہ مہینہ کے اخراجات آنے آنے پر نگاہ رکھ کر ہی پورے کئے جا سکتے تھے۔
گھر کے جملہ افراد کی تعداد کے مطابق فی کس خرچ ناپ تول کر ہی دیا جاتا تھا۔ اگر کسی بیوی کے گھر کوئی مہمان آتے تو مہمانوں کے قیام کے دنوں کے مطابق ان کا خرچہ ادا فرما دیتے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کو خوب اندازہ تھا کہ جو خرچ میں دیتا ہوں اس میں مہمانوں کی آمد کی وجہ سے مہینہ پورا نہ کیا جا سکے گا۔

(یادوں کے دریچے، صفحہ نمبر 19)

''جو بطورِ نافلہ یعنی پوتا ہو گا''

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عظیم الشان بشارتوں کے مطابق 16 نومبر 1909ء (2 ذی قعد 1327ھ) بروز بدھ حضرت محمودہ بیگم صاحبہ ام ناصر کے بطن سے قادیان دارالامان میں پیدا ہوئے۔
آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود نافلہ (پوتے) ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا مبارک احمد کی بچپن میں ہی صرف آٹھ سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو کئی الہامات کے ذریعے بشارت دی کہ چوتھے بیٹے مبارک کے بدلے پانچواں بیٹا دیا جائے گا جو بطور نافلہ یعنی پوتا ہو گا۔ اس بارہ میں آپ کو کئی الہام ہوئے۔ ایک الہام میں اس کا نام بھی بتایا گیا۔ ان الہامات میں سے ایک الہام کی تشریح میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ''ممکن ہے اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی۔ ناقل) کے ہاں لڑکا ہو گا کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 607)

''جو لوگ زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے''

1907ء کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد جن کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی شدید بیمار ہو گئے۔ یہ بچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت پیارا تھا۔ آپ نے اپنے ایک شعر میں اسے جگر کا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ ان کی بیماری کے دوران ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپ نے فرمایا۔ اس کی تعبیر تو موت ہے لیکن معبرین (خوابوں کی تعبیر بتانے والوں) نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی خواب کو ظاہری رنگ میں پورا کر دیا جائے تو بعض اوقات تعبیر ٹل جایا کرتی ہے۔ اس لئے آؤ مبارک احمد کی شادی کر دیں تا اللہ اسے شفا عطا فرمائے اور موت اس سے ٹل جائے۔
حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب جو صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کا علاج بھی کر رہے تھے۔ ان کی ایک بیٹی مریم تھی جس کی عمر اس وقت قریباً

اڑھائی سال تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مریم کا رشتہ مبارک احمد کے لئے مانگا جو محترم ڈاکٹر صاحب نے بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ 30 اگست 1907ء کو دونوں کا نکاح پڑھ دیا گیا۔

ایسا نکاح یا رشتہ شرعی لحاظ سے جائز ہے جس میں دلہا اور دلہن کم عمر ہوں جب وہ جوان ہوں تو انہیں اجازت ہوتی ہے کہ چاہیں تو اس نکاح کو قائم رکھیں اور چاہیں تو ختم کرا لیں۔

ہم بات کر رہے تھے سیدہ مریم اور صاحبزادہ مبارک احمد کے نکاح کی جو انجام پایا اور نکاح حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے پڑھا۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ نکاح کے چند روز بعد 16 ستمبر 1907ء کو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے اور سیدہ مریم اڑھائی سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواہش ظاہر فرمائی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی رہ جائے تو بہتر ہے۔ خدا کی شان دیکھیں حضور انور کے لبوں سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کیسے پورے ہوئے۔ قریباً 14 سال بعد 7 فروری 1921ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سیدہ مریم سے نکاح کر کے انہیں اپنی زوجیت میں لے آئے اور سیدہ مریم کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوا کہ آپ دو مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بنیں اور یکے بعد دیگرے آپ کے دو بیٹوں کے عقد میں آئیں۔ سیدہ مریم کے نکاح ثانی کا اعلان حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب نے کیا۔ آپ نے خطبہ نکاح میں یہ پیشگوئی فرمائی۔

"میں بوڑھا ہوں۔ میں چلا جاؤں گا مگر میرا ایمان ہے کہ جس طرح سے پہلے سیدہ سے خادم دین پیدا ہوئے۔ اسی طرح اس سے بھی خادم دین ہی پیدا ہو نگے۔ یہ مجھے یقین ہے جو لوگ زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کو سیدہ مریم کے بطن سے ایک ہی با عمر فرزند عطا فرمایا۔ جس کا نام طاہر احمد رکھا گیا۔ آپ 18 دسمبر 1928ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس روز آپ کی پیدائش ہوئی اس سے اگلے روز قادیان میں پہلی دفعہ ریل گاڑی پہنچی اور جدید ذرائع نقل و حمل کے ذریعہ قادیان کا باقی دنیا سے الحاق کا آغاز ہوا۔

(نصیر احمد انجم، استاذ جامعہ احمدیہ، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، صفحہ نمبر 3-1)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ

کپور تھلہ کی ابتدائی جماعت بھی براہین احمدیہ نے ہی تیار کی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ ... کے مایہ ناز فرزند حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں: "براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپور تھلہ میں مہتمم بندوبست تھے اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمان صاحب رئیس حاجی پور کے پچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عند الملاقات والد صاحب [حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ] کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ کو پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپور تھلہ آ گئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد خاں صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبؑ بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے اور بعد کا واقعہ والد صاحب کی روایات میں مفصل درج ہے۔ اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہو گئی۔ یہ ۱۸۸۴ء۔۱۸۸۵ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں ہے۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خاں صاحب اور منشی اروڑا صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کیلئے کہا کرتے تھے مجھے اب اِذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ اصحاب نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کر لی۔"

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حلیہ و نام و نسب

لمبا قد، دبلا جسم، چھریرا بدن، روشن پیشانی، بارعب چہرہ، تیکھے نقش خشخشی داڑھی۔ یہ ہیں عہدِ نبوی ﷺ کے نوجوان صحابی ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔ اصل نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے۔ مگر دادا کی نسبت سے معروف ہیں اور نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

قبول اسلام و فضائل

حضرت ابو عبیدہؓ رسول اللہ ﷺ کے دعوی نبوت کے بعد ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ انہیں کو دار ارقم کے تبلیغی مرکز بننے سے بھی پہلے قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے عظیم الشان داعی الی اللہ کی تبلیغی کوششوں کا شیریں پھل تھے۔ سیرت صدیقی کی گہری چھاپ ان کے اخلاق و شمائل میں نمایاں نظر آتی ہے۔ انہوں نے ایمان و اخلاص میں بہت جلد ترقی کی اور اصحاب رسول میں بہت بلند مقام پایا۔ آپ ان خوش نصیب دس صحابہ میں سے تھے جنہیں نبی کریم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی۔

(سیرت صحابہ رسول اللہؐ، ح م ا، فاضل عربی، استاذ الحدیث، صفحہ نمبر 128)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبولیت دعا اور صاحبزادہ صاحب کی ولادت:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

میرے گھر میں جو ایام اُمید تھے ۱۴ جون کو اول دردِزہ کے وقت ہولناک حالت پیدا ہوگئی یعنی بدن تمام سرد ہوگیا اور ضعف کمال کو پہنچا اور غشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ شاید اب اس وقت یہ عاجزہ اس فانی دنیا کو الوداع کہتی ہے۔ بچوں کی سخت دردناک حالت تھی اور دوسرے گھر میں رہنے والی عورتیں اور ان کی والدہ تمام مردہ کی طرح اور نیم جان تھے۔ کیونکہ ردی علامتیں یک دفعہ پیدا ہوگئی تھیں۔ اس حالت میں اُن کا آخری دم خیال کر کے اور پھر خدا کی قدرت کو بھی مظہر العجائب یقین کر کے ان کی صحت کے لئے میں نے دُعا کی یکدفعہ حالت بدل گئی اور الہام ہوا۔ تحویل الموت یعنی ہم نے موت کو ٹال دیا اور دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ اور بدن پھر گرم ہوگیا اور حواس قائم ہوگئے اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اس تنگی اور گھبراہٹ کی حالت میں میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے لئے بھی ساتھ دعا کروں۔

چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی۔

(اصحاب احمد، ملک صلاح الدین، ایم اے، جلد 1، صفحہ نمبر 22)

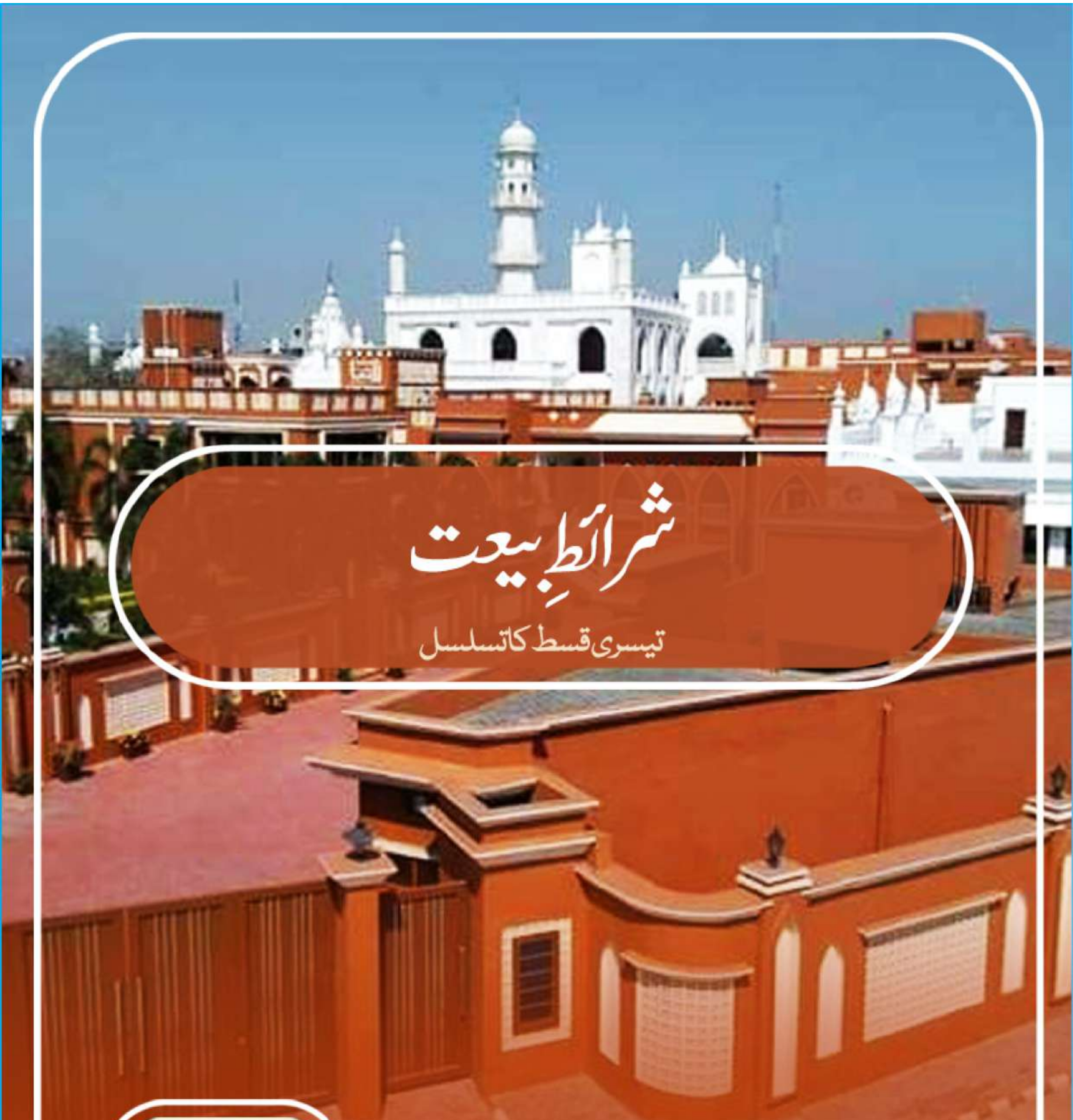

شرائطِ بیعت

تیسری قسط کا تسلسل

اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے، خدا تک پہنچنے کے لئے، اپنی دعاؤں کو اللہ کے حضور قبولیت کا درجہ دلوانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کا وسیلہ اختیار کریں۔ تفصیل اس مضمون میں جانیئے۔

حافظ جہانزیب قریشی

"ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہرحال مل جائے گا۔ اس کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہو سکتا ہے؟ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کردیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار اور قبولیت دعا کا موجب ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں کیونکہ نیند تو غم کو دور کر دیتی ہے۔ لیکن جبکہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھ کر ہے جو بیدار کر رہا ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم ص 182 جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا۔ جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو۔ تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو، کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ"

(ملفوظات جلد اول ص 28۔ جدید ایڈیشن)

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں مداومت اختیار کریں

اسی تیسری شرط بیعت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کی کوشش کرتا رہے گا، درود بھیجے گا، اس میں باقاعدگی اختیار کرے گا۔ اس بارہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٧﴾

(الاحزاب آیت 57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر فرمایا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو جو جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو ملے گا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القول مثل قول المؤذن سمعہ ثم یصلی علی النبیؐ)

تو یہ سب کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے، خدا تک پہنچنے کے لئے، اپنی دعاؤں کو اللہ کے حضور قبولیت کا درجہ دلوانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کا وسیلہ اختیار کریں اور اس کا سب سے بہترین ذریعہ جس طرح حدیث میں آیا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے یہی ہے کہ بہت زیادہ درود پڑھنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو مسلمان بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس وقت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب چاہیے تو اس میں کمی کرے اور چاہے تو اسے زیادہ کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اس میں اسے کوئی حصہ بھی (خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے لئے) اوپر نہیں جاتا۔

(ترمذی، کتاب الصلاۃ۔ باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ درود کی برکات کا ذاتی تجربہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ "ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمد"

(حقیقۃ الوحی، حاشیہ ص 128، روحانی خزائن جلد نمبر 22 ص 131 حاشیہ)

معروف شاعر
"مبارک احمد صدیقی"
کے ساتھ ایک یادگار انٹرویو

— پینل: کاشف ریحان، ناصر شبیر —

سوال :۔ براہ کرم ! سب سے پہلے اپنا تعارف کروادیں۔ میرے علم میں آیا ہے کہ آپ کا تعلق ربوہ سے ہے اور پھر مرکزِ ثلاثہ لندن مقیم ہوگئے۔ کچھ اس بارے میں بتائیے۔

جواب:۔ جی جزاکم اللہ ۔ مبارک احمد صدیقی میرا پورا نام ہے ۔ میری پیدائش ربوہ میں محلہ دارالرحمت غربی میں ہوئی ۔ الحمدللہ ۔ 1963ء کو پیدا ہوا۔ تعلیم الاسلام ربوہ سے میں نے گریجوایشن کی ۔ بہاولپور یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی ادب کیا۔ اس کے بعد ہمارا خاندان لاہور منتقل ہوگیا پھر 1995ء کو ہجرت کر کے مستقل طور پر لندن میں رہائش پذیر ہوگئے۔

سوال:۔ آپ نے بتایا کہ آپ کا بچپن محلہ دارالرحمت غربی میں گذرا جہاں نامور بزرگانِ دین مقیم رہے ۔ جن میں مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ، مکرم غلام رسول راجیکیؓ صاحب ، مکرم محمد حسینؓ صاحب دیگر اصحابِ کرام شامل ہیں۔ آپ کا گھر بھی مسجد ناصر کے قریب تھا۔ اس حوالے سے بچپن کی کچھ یادیں ہمارے ساتھ شیئر کیجئے۔

جواب:۔ سب سے پہلے تو مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کو میرے حدودِ اربعہ کا بخوبی علم ہے ــــ (مسکراتے ہوئے)۔ جی ہاں، میرا تعلق واقعی دارالرحمت غربی سے رہا ہے۔ یہ ہماری بے پناہ خوش نصیبی ہے کہ ہمیں وہ خوبصورت اور سنہرا دور نصیب ہوا جس میں ایسے جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حیات تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور جنہوں نے آپؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ انہی بابرکت ہستیوں میں میرے داداجان حکیم محمد صدیقؓ صاحب بھی شامل تھے۔

مزید برآں، جن بزرگوں کا آپ نے ذکر فرمایا ــــ صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، مولانا نذیر احمد مبشر صاحب ــــ یقیناً یہ پاکباز اور متقی نفوس ہمارے ہی محلہ میں رہتے تھے۔ اسی طرح وہ سبز پگڑی والے مولانا محمد حسینؓ صاحب بھی اسی محلہ میں مقیم رہے ۔ میں ابوعطاء جالندھری صاحب کو بھی بخوبی جانتا تھا اور ایسے ہی بے شمار بزرگانِ دین کی ایک طویل فہرست ہے جن کے اسمائے گرامی دل کے نہاں خانوں میں محفوظ ہیں۔ مجھے آج بھی بخوبی یاد ہے کہ ان مقدس ہستیوں سے ملاقات کرنا، ان کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور محبت و عقیدت کے ساتھ ان سے لپٹ جانا ہمارے لیے باعثِ فخر و سعادت ہوا کرتا تھا۔ وہ لمحات محض ملاقاتیں نہ تھیں بلکہ روحانی تربیت اور محبت کے وہ نقوش تھے جو آج بھی قلب و ذہن پر ثبت ہیں۔

سوال:۔ ربوہ میں کس وقت تک قیام رہا کیونکہ آپ نے بتایا کہ آپ ربوہ سے لاہور منتقل ہوگئے تھے لیکن اس سے قبل آپ نے ربوہ کو بطورِ مرکز خلافتِ احمدیہ کے طور پر دیکھا۔ اس کے علاوہ جلسہ سالانہ کے بارے میں کچھ یادیں شیئر کیجئے۔

جواب:۔ جی بالکل ! میں 1963ء سے 1985ء تک ربوہ میں مقیم رہا۔ اس بابرکت دور کی بے شمار سنہری یادیں آج بھی دل و دماغ میں تازہ ہیں۔ خصوصاً جلسہ سالانہ کے ایام کی یادیں نہایت دل نشیں اور روح پرور ہیں۔ ہم جلسوں کے موقع پر باقاعدگی سے ڈیوٹیاں سرانجام دیا کرتے تھے اور اس خدمت کو اپنے لیے باعثِ اعزاز سمجھتے تھے۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوتا تھا۔ اس زمانے میں محلوں کی سطح پر ملاقاتیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ جب محلہ دارالرحمت غربی کی ملاقات حضورِ انور سے مقرر ہوتی تو ہم سب وقت سے پہلے وہاں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ پھر جب حضورِ انور تشریف لاتے، تو اسی بابرکت لمحے کو ہم "ملاقات" کہا کرتے تھے۔

اسی طرح جمعہ کے روز کا ایک منظر آج بھی دل کو گرما دیتا ہے۔ جب حضورِ انور نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، تو ہم اطفال الاحمدیہ ایک ایک گھنٹہ پہلے ہی راستے میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ واپسی پر جب حضور کی گاڑی ہمارے سامنے سے گزرتی تو ہمارے لیے پیارے حضور کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک دیکھ لینا ہی ہمارے لیے خوشی اور سعادت کی انتہا ہوا کرتی تھی۔

اس کے بعد ربوہ میں محلہ دارالرحمت غربی میں مجھے کافی عرصہ تک منتظم اطفال کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ بھی طویل مدت تک مختلف ڈیوٹیاں سرانجام دینے کا شرف حاصل رہا۔ قصرِ خلافت میں ہم کثرت سے ڈیوٹیاں دیا کرتے تھے۔ اس طرح جماعت کو جہاں جہاں بھی ضرورت پیش آئی وہاں خدمت کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ محلہ دارالرحمت غربی میں مسجد ناصر ہماری مقامی مسجد تھی جس سے ہماری عبادات، خدمات اور یادوں کا گہرا تعلق رہا۔

سوال:۔ بہت قیمتی یادیں ہیں ماشاء اللہ ۔ صدیقی صاحب ! آج ہم بین الاقوامی عظیم الشان جلسہ سالانہ دیکھتے ہیں بلاشبہ وہ اپنی شان رکھتے ہیں لیکن جلسہ سالانہ ربوہ کے بارے میں کچھ سنہری یادوں کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیں۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعتِ احمدیہ کے ہر دور کی اپنی الگ برکتیں اور اپنی مخصوص رحمتیں رہی ہیں۔ ربوہ میں اپنے قیام کے زمانے میں جب ہم اطفال الاحمدیہ کا حصہ تھے تو جماعتی ڈیوٹیاں سرانجام دینا ہمیں دلی مسرت عطا کرتا تھا۔ خصوصاً لنگر خانہ میں روٹی پکوائی کی ڈیوٹی مجھے اکثر ملا کرتی تھی۔ اس خدمت کے لیے ایک بڑی اور منظم ٹیم ہوتی تھی، اور ہم سب اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ یہ ذمہ داری نبھاتے تھے۔

جلسہ سالانہ کے ایام بھی آج تک یادوں میں محفوظ ہیں۔ ان دنوں زیادہ تر لوگ جوق در جوق پیدل ہی جلسہ گاہ کی طرف رواں دواں ہوتے تھے، اور اس منظر میں ایک عجیب روحانی کشش ہوا کرتی تھی۔ ربوہ میں منعقد ہونے والا آخری جلسہ سالانہ آج بھی ذہن میں نقش ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ سے زائد احباب کی حاضری رہی۔

ان جلسوں پر ابا جان کے ساتھ جانا، پرالی پر بیٹھنا، کینو اور مالٹے خریدنا اور

پورے انہماک کے ساتھ تمام تقاریر سننا—یہ سب لمحات بے حد خوشگوار اور یادگار تھے۔ بعض اوقات بارش بھی ہو جاتی مگر اس کے باوجود حاضرینِ جلسہ کھلے آسمان کے نیچے ثابت قدمی سے بیٹھے رہتے تھے۔ وہ مناظر ایمان کو تازگی بخشنے والے اور دلوں کو گرمانے والے ہوتے تھے۔ ان یادگار جلسوں کی حسین یادیں آج بھی دل کو معطر کر دیتی ہیں۔ میرا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ کی اُس مٹی میں بے شمار برکتیں ودیعت ہیں جن کا ظہور ہم آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

سوال:۔ صدیقی صاحب! کچھ اپنے اباء واجداد کے متعلق بتائیے کہ کب وہ حلقۂ احمدیت میں داخل ہوئے۔ کچھ ان کا ذکرِ خیر کر دیجیئے۔

جواب:۔ میرے دادا جان حکیم محمد صدیقؓ صاحب کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی کہ انہوں نے کم و بیش دس برس کی عمر میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ یہ روحانی نسبت ہمارے خاندان کے لیے باعثِ فخر اور سرمایہ افتخار ہے۔ بعد ازاں جب ہجرت کے نتیجے میں ہمارا خاندان ربوہ میں آکر آباد ہوا، تو میرے تایا جان عثمان صدیقی صاحب نے طویل عرصہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد وہ بطورِ مربیٔ سلسلہ اٹلی اور افریقہ میں مختلف مقامات پر خدماتِ دینیہ سرانجام دیتے رہے، اور یوں دعوت و تربیت کے میدان میں اپنی زندگی وقف کر دی۔

اسی طرح میرے ابا جان بشیر احمد صدیقی صاحب بغرضِ ملازمت اگرچہ زیادہ تر ربوہ سے باہر مقیم رہے، تاہم ہماری تعلیم و تربیت میں ان کا کردار نہایت نمایاں اور مؤثر رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی رہنمائی اور توجہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی۔ الحمدللہ۔ میری اپنی پیدائش بھی ربوہ میں ہوئی، اور محلہ دارالرحمت غربی کی الفضل گلی میں میرا بچپن گزرا۔ یہ گلی، یہ محلہ، اور یہ شہر میری یادوں، نسبتوں اور دعاؤں کا مستقل حصہ ہیں۔

سوال:۔ صدیقی صاحب! اپنی فیملی کے متعلق بتائیے کہ آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟

جواب:۔ ماشاءاللہ! ہم چھ بھائی ہیں بہن نہیں ہے۔ ہمارے سب سے چھوٹے بھائی مربیٔ سلسلہ شکیل احمد صدیقی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ وہ برکینا فاسو میں خدمتِ دین کے لیے تعینات رہے۔ وہ ہمہ وقت خدمتِ دینیہ کے لیے کمربستہ رہتے تھے اور اسی حال میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ افسوس کہ وہ محض 29 برس کی عمر میں 2005ء میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، مگر اپنی مختصر زندگی کو ایمان، اخلاص اور قربانی کی درخشاں مثال بنا گئے۔ ان کی رحلت محض ایک جدائی نہ تھی بلکہ خدمتِ دین کی راہ میں دی جانے والی ایک عظیم قربانی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبۂ جمعہ میں نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا اور انہیں شہید قرار دیا اس بنا پر کہ وہ میدانِ عمل میں، خدمتِ دین کی حالت میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تھے۔ یہ اعزاز اور نسبت ہمارے خاندان کے لیے صبر، فخر اور تسلی کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ مربی صاحب کے درجات بلند کرے آمین۔ صدیقی صاحب! کچھ اپنی تعلیم کے بارے میں ہمارے قارئین کو آگاہ کیجئے گا۔

جواب:۔ جی! میں نے اپنی گریجویشن تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے مکمل کی۔ اس کے بعد ہمارا خاندان لاہور منتقل ہو گیا جہاں مزید علمی جستجو کا شوق پیدا ہوا۔ اسی جذبے کے تحت میں نے بہاولپور یونیورسٹی سے ایم اے انگلش ادب کی ڈگری حاصل کی۔ اس تعلیمی سفر میں سب سے بڑی برکت یہ ہوئی کہ جب ہم لندن منتقل ہوئے تو امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت مجھے تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن کا صدر مقرر فرمایا۔ الحمدللہ! میں دس سال تک اس ایسوسی ایشن کی خدمت انجام دیتا رہا اور کچھ عرصے بعد دوبارہ بطورِ صدر تعیناتی ہوئی ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو کامیاب اور بابرکت فرمائے اور ہمیں اس کو صحیح معنوں میں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میں عرض کرتا چلوں کہ میری ٹوٹی پھوٹی شاعری کے باوجود یہ جو آپ جیسے پیارے دوستوں سے محبتیں ملتی ہیں میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، خلافت کی برکات ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کی پردہ پوشی ہے۔ اسی سبب سے مجھے اس ایسوسی ایشن کے ذریعے افریقہ میں تعلیم کے فروغ میں رہنمائی کرنے کا موقع ملا۔ اس طرح وہ لوگ جو اس کالج و سکول سے تعلیم حاصل کر چکے ہیں اب وہاں اپنی خدمات پیش کرنے کی سعادت پا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سکول اور کالج قائم کر رہے ہیں۔ میری دلی خواہش اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ احسن طریقے سے یہ خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سوال:۔ لاہور میں قیام کے حوالے سے دینی، تعلیمی و ادبی سرگرمیوں کے بارے میں بتائیے۔

جواب:۔ جب ربوہ سے لاہور منتقل ہوئے تو اللہ کے فضل سے چونکہ ربوہ سے تربیت ہوتی ہے۔ جماعتی خدمات کا کچھ ادراک بھی تھا، سمجھ بوجھ تھی تو جلد ہی خاکسار کو لاہور میں بطورِ قائد سمن آباد (تیسرا گول چکر) خدمتِ دین کی توفیق ملتی رہی۔ اس کے علاوہ، مجھے گڑھی شاہو مسجد میں بطورِ قائد خدام الاحمدیہ اور ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں بھی مختلف ڈیوٹیاں سرانجام دینے کی سعادت ملی۔ الحمدللہ۔

یہاں ایک دلچسپ بات شاعری کے حوالے سے بتانا چاہوں گا۔ گو کہ میں ان دنوں بھی لاہور میں شاعری کرتا رہا، مگر کسی کو بتانے سے ہچکچاتا تھا۔ دل میں یہ خیال رہتا کہ شاید شاعر ہونا کوئی معمولی یا غیر ضروری بات ہے۔ لاہور میں قیام کے دوران مجھے معروف شاعر جناب قتیل شفائی صاحب

سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ہماری گلی میں چند مکان چھوڑ کر رہائش پذیر تھے۔ آتے جاتے سلام دعا ہوتا رہتا لیکن میں کبھی بھی ان کے سامنے یہ نہیں کہہ پایا کہ میں بھی شاعر ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ شفائی صاحب اتنے بڑے شاعر ہیں تو میں اپنا کلام کیسے پیش کر سکتا ہوں۔ اسی طرح مجھے نامور شاعر احمد ندیم قاسمی صاحب سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ آپ علامہ اقبال ٹاؤن میں مقیم تھے اور آتے جاتے علیک سلیک ہوتی رہتی تھی۔ لاہور کے دنوں کی ایک دلچسپ یاد میں اپنے قارئین سے شیئر کرنا چاہوں گا مجھے اس وقت شوق تھا کہ میں ڈرامہ پروڈیوسر بنوں۔ اسی جذبے کے تحت میں نامور ڈرامہ نگار جناب منو بھائی صاحب کے ہاں جاتا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کہانی لکھنے کے فن کو سنتا اور سیکھتا کہ کہانی کیسے لکھتے ہیں ۔ایک موقع پر منو بھائی صاحب نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک ڈرامہ بنا رہے ہیں اور چونکہ میں احمدی ہوں اور ڈراموں میں براہِ راست کام نہیں کرنا چاہتا اس لیے انہوں نے اس ڈرامے میں ایک ٹیچر کا کردار تخلیق کیا جو نہایت نیک اور شریف ہے اور کہا کہ یہ کردار آپ کے لیے ہے۔

یہ سن کر میں بہت خوش ہوا۔ گھر آکر میں نے اس کردار کے ڈائیلاگ یاد کرنا شروع کیے لیکن ایک دن ابا جان نے دیکھ لیا۔ ابا جان نے بلا کر پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جناب منو بھائی نے چند لائنز میرے لیے لکھی ہیں اور اگر آپ اجازت دیں تو میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ابا جان نے یہ سب سن کر مجھے اجازت نہ دی تو میں کچھ اُداس سا ہو گیا کیونکہ مجھے ڈراموں کا ماحول بہت اچھا لگتا تھا۔ اسٹوڈیو جا کر اداکاروں کو دیکھنا ۔ہدائت کاروں کے کام کو دیکھنا کہ کیسے ڈائریکشن دی جا رہی ہے۔ یہ بات 1988ء کی ہے۔ اُس وقت ایم ٹی اے کا تصور تک نہ تھا۔ لہذا جب ابا جان نے مجھے اُداس دیکھا تو کہا کہ دیکھو! اگر کوئی شریف سا ٹی وی ہوتا تو میں تمہیں اجازت دے دیتا۔ یہ سُن کر میں بہت ہنسا اور میں نے کہا کہ ابا جی! ٹی وی کونسا شریف ہوتا ہے؟ کیونکہ اُن دنوں صرف ایک ہی پی ٹی وی تھا۔ بہر حال میں نے ابا جان کے حکم کو سرِ تسلیم خم کیا۔ پھر جب میں 1995ء میں ایم ٹی اے لندن پر آیا تو ابا جان نے مجھے فون کیا اور کہا کہ بیٹے! تمہیں یاد ہے کہ سات سال پہلے تمہیں میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شریف ٹی وی ہو تو اس پر کام کر لینا۔ پھر مجھے ابا جان کی وہ بہت سی باتیں یاد آگئیں کہ کیسے ابا جان نے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں کیسے پوری کیں اور مجھے ایم ٹی اے پر خدمت کا موقع ملا۔

سوال:۔ صدیقی صاحب! یہ بتائیے کہ آپ نے کس عمر میں شاعری شروع کی اور کونسے عوامل تھے کہ آپ کو احساس ہوا کہ آپ اپنی بات شعر کے ذریعے کہہ سکتے ہیں۔

جواب:۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا، جب میں تقریباً 23 یا 24 سال کا تھا، تب میں لکھنا شروع کر چکا تھا۔ اُس وقت میں اپنے خیالات کو محض دل کی تحریک اور جذبات کی روشنی میں قلمبند کرتا بغیر کسی خاص مقصد یا سوچ کے۔ لکھنا میرے لیے ایک فطری عمل تھا اور میں اسے کسی کو دکھانے یا بتانے سے محتاط رہتا تھا، کیونکہ دل میں یہ خوف بھی موجود تھا کہ شاید شاعر ہونا کوئی معمولی یا عجیب بات سمجھی جائے۔

ایک واقعہ آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔ ایک دن میں لاہور میں موٹر سائیکل پر اردو بازار جا رہا تھا، اور مجھے کئی مرتبہ قتیل شفائی صاحب کے ساتھ بھی کبھی موٹر سائیکل یا ویگن پر اُردو بازار جانے کا موقع ملا تھا۔ اسی دوران میری نظر ایک دیوار پر لکھے اشتہار پر پڑی، جس میں الفاظ تھے:

"محبوب فوراً آپ کے قدموں میں، ہر تمنا پوری ہوگی، روٹھے کو منانا، من پسند شادی، بابا بنگالی وغیرہ وغیرہ۔"

یہ سب پڑھ کر مجھے نہایت دلچسپی ہوئی۔ جب میں گھر پہنچا، تو وہ الفاظ میرے ذہن میں ایک نظم کی صورت میں ڈھل گئے:

"کوئی ایسا جادو ٹونہ کر۔۔۔ مرے عشق میں وہ دیوانہ ہو۔"۔۔۔ یہ نظم آج بھی میرے پاس محفوظ ہے، اور مجھے ہمیشہ یاد دلاتی ہے کہ شاعری کیسے اچانک، قدرتی اور بغیر کسی منصوبے کے دل سے باہر آجاتی تھی۔ اس طرح میں بس سوچتا اور لکھتا رہا، مگر کسی کو یہ نہ بتانے کا رواج تھا کہ میں بھی شاعر ہوں۔

سوال:۔ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ آپ کا ذوق شاعری کی طرف سے تھا تو آپ کن سے متاثر تھے، گھر میں کوئی ادبی ذوق رکھتا تھا اس حوالے سے کچھ عرض کیجئے۔

جواب:۔ جی! اگر آغاز سے دیکھا جائے تو مجھے بیت بازی کا شوق رہا۔ محلہ دارالرحمت غربی میں ہمارا مقابلہ محترم ڈاکٹر مہدی شہید صاحب سے اکثر ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بعض اوقات نمازوں کے بعد صبح کا سورج طلوع ہو جاتا تھا لیکن ہماری پہلی ڈگری بھی مکمل نہیں ہوتی تھی ۔اشعار چل رہے ہوتے تھے ۔ایک تو یہ رجحان رہا پھر اللہ کے فضل سے درّ ثمین اور کلام محمود کا بہت سا کلام یاد تھا تو شعر کی طرف متوجہ ہونا اور شاعری کا سوچنا اصل محرک تو یہ پاکیزہ اشعار تھے۔

سوال:۔ بہت شکریہ ! صدیقی صاحب! بحیثیت شاعر ایک شاعر کی کیا تعریف ہے؟

جواب:۔ یہ ایک بہت دلچسپ اور اہم سوال ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اگر عام زبان میں دیکھا جائے تو شاعری اس چیز کو کہتے ہیں جو ترنم، وزن اور بامقصد ہو اور جس میں نغمگی موجود ہو۔ یعنی اس میں بحر اور وزن کا درست استعمال ہو اور لفظوں میں موسیقی کی کیفیت محسوس کی جا سکے۔ یہ ایک عام اور سادہ تعریفِ شاعری ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت میں شاعری کی بے شمار اقسام ہیں۔

مثلاً ایک قسم کی شاعری ایسی بھی ہے جسے قرآنِ کریم نے ناپسند فرمایا ہے۔ دوسری قسم ایسی ہے جس میں کسی بہانے سے نیکی، تقویٰ یا اچھے اعمال کا ذکر کیا جائے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق"۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے لکھنے والے جو بھی قلم اٹھائیں، اُن کا اولین مقصد یہ ہونا چاہیے کہ شعر صرف شعر کے لیے

نہ ہو۔ یعنی یہ دیکھنا کہ شعر کا وزن اور نغمگی درست ہے، اور بس اسی بنیاد پر لکھ دیا جائے ـــ یہ ہرگز کافی نہیں۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی ہنر یا فن کا صحیح اور بامقصد استعمال کیا جائے۔

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعری کے ہر شعر کا کوئی نہ کوئی مثبت اور مفید مقصد ہونا چاہیے، اور وہ قاری کے دل و دماغ میں روشنی یا سبق پہنچانے کا ذریعہ بنے۔ یہی وہ معیار ہے جو ہماری شاعری کو بامعنی اور مؤثر بناتا ہے۔

سوال:۔ صدیقی صاحب! اس بارے میں کچھ عرض کیجیئے کہ کیا شاعری عطا ہے یا انسانی کی قابلیت ہے؟

جواب:۔ جی! شاعری تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ صرف وہی لکھ سکتا ہے جسے عطا ہو۔ صرف کوشش سے نہیں لکھ سکتا۔

سوال؛۔ جی بہتر! صدیقی صاحب۔ ایک اچھی اور سچی شاعری کرنے کے لیے ایک انسان میں کیا قابلیت اور صلاحیت ہونی چاہیئے۔؟

جواب :۔ کاشف صاحب ! بہت اچھا اور پیارا سوال ہے ۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شاعر باعمل ہونا چاہیے اور اُس کو پتہ ہونا چاہیئے کہ Insipiration کیا ہے اور میرے سننے والے کون ہیں ۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک انسان اور شاعر میں ایک پہلو نمایاں ہونا چاہیے کہ وہ عاجزی اور انکساری سے کام لے اور محبت سے پیش آئے ۔یہ دونوں چیزیں شاعری کے لیے بہت ضروری ہیں۔

سوال :۔ کیا شاعری کے سنوارنے ، سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اگر ہاں تو آپ کے استادِ گرامی کون تھے ؟

جواب:۔ جی ! میرے مطابق، انسان زندگی بھر سیکھتا رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اردگرد کے لوگوں سے مشورہ لیں اور رہنمائی حاصل کریں۔ آپ نے مجھ سے جو سوال کیا میں نے اسی طرح نامور شاعر جناب احمد فراز صاحب سے بھی کیا تھا۔ میں نے عرض کیا:۔ "جناب فراز صاحب! آپ بہت بڑے شاعر ہیں۔" تو انہوں نے انتہائی سادہ اور مؤثر انداز میں جواب دیا کہ۔۔ "میں اس لیے بڑا شاعر ہوں کہ مجھ سے پہلے بڑے شاعر گزر گئے، اب ہم بڑے ہوگئے۔" ۔۔۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے کہ شاعر کو سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہے اور میرا استاد کون تھا تو عرض یہ ہے کہ ہر شاعر کو سیکھنے اور رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو اپنی شاعری بھیجنے سے ڈرتا تھا مگر جب میں نے ہمت کر کے اپنی شاعری انہیں بھجوائی تو انہوں نے بہت شفقت، محبت اور اپنائیت کے ساتھ تعریف کا خط لکھا۔ یہ میرے لیے بے حد حوصلہ افزا ثابت ہوا۔ بعد ازاں حضرت صاحب نے فرمایا کہ کسی دن آکر ان سے ملاقات کریں۔ اسی ملاقات میں آپؒ نے شاعری کے حوالے سے بہت سی بنیادی باتیں اور رہنمائی فراہم کیں جن سے میں نے نہ صرف بہت کچھ سیکھا بلکہ میری شاعری میں بھی بہت بہتری آئی اور آئندہ کے لیے رہنمائی حاصل ہوئی۔

سوال:۔ صدیقی صاحب! ہمارے قارئین کو بتانا پسند کریں گے کہ حضورِ انور نے شاعری کے حوالے سے کس طرح رہنمائی فرمائی؟

جواب:۔ جی بالکل! درحقیقت، میں ہمیشہ لکھتا رہا ہوں، مگر مشاعروں میں ہمیشہ سب سے پچھلی نشستوں پر کونے میں دبک کر بیٹھا رہتا تھا۔ میری خواہش یہی ہوتی تھی کہ بس سنتا رہوں اور میری باری کبھی نہ آئے۔ اس کے علاوہ، میں یہ بھی چاہتا تھا کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں شاعر ہوں۔ بہر حال جب کسی نے میری شاعری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو بھیجی تو حضورؒ نے جو خط لکھا وہ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ اس خط میں پیارے حضورؒ نے فرمایا:

"آپ کے بہت سے اشعار نے ایسی شمعیں جلا رکھی ہیں کہ میرے دل کے بجھے ہوئے چراغ روشن ہوگئے ہیں۔ اور آپ کی بہت سی نظموں نے ایسے راگ چھیڑے ہیں جنہوں نے میرے عہدِ رفتہ کو آواز دی ہے۔" ساتھ ہی حضورؒ نے مزید فرمایا۔ "آپ خُوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سُن لیں۔" یعنی انہوں نے یہ بات نہایت شفیق انداز میں کہی کہ میں نے آپ کی تعریف تو کر دی ہے، مگر اب تھوڑا سا اصلاح کا پہلو بھی سُن لیں۔ حضورؒ نے بعض اشعار کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بحر سے دوسری بحر میں ہیں اور فرمایا:

"میں اُن کی تصحیح کر رہا ہوں، ممکن ہے کہ آپ میری تصحیح شدہ مصروں سے اتفاق نہ کریں۔" یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا پیغام ہے۔ سوچیں اتنی عظیم، بلند مقام اور شفیق ہستی ایک نوآموز شاعر سے یہ کہہ رہی ہے کہ میں آپ کے لیے کچھ اصلاح کر رہا ہوں، اور ممکن ہے آپ اس سے متفق نہ ہوں۔ یہ ہمیں عاجزی اور انکساری کا سب سے اہم سبق دیتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے مقام اور اپنی صلاحیتوں کو جانتے ہوئے بھی ہمیشہ سیکھنے اور اصلاح قبول کرنے کے لیے کھلے دل رکھیں۔ یہی وہ خصلت ہے جو ایک نیک، شفیق اور بلند مقام استاد میں ہونی چاہیے، اور اسی سے شاگرد کا مزاج نکھرتا ہے۔

سوال:۔ کیا ایک سچا شاعر ہر وقت شعر کہہ سکتا ہے یا وہ مکمل طور پر عطا کا محتاج ہے؟

جواب:۔ میرے خیال میں آپ کی دوسری بات زیادہ درست ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شاعر جب چاہے شعر کہہ دے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو شاعری کے بنیادی اصول و ضوابط ـــ جیسے ردیف، قافیہ، بحر، اوزان، استعارے، علم عروض ـــ صرف ایک عام شاعر کے لیے بھی کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسے یہ سب علم حاصل ہے، ذخیرہ الفاظ بھی درست ہے تو وہ اب احمد فراز صاحب، چوہدری محمد علی مضطر صاحب یا رشید قیصرانی صاحب جیسا لکھ سکتا ہے تو میرے خیال میں یہ ممکن نہیں ہے۔ شاعری کی کیفیت ایک نزول کی مانند ہے اور جو بھی کلام پیدا ہوتا ہے وہ روحانی یا وجدانی تجربے کی صورت میں جنم لیتا ہے۔ جن شاعروں کا علمی معیار بہت بلند ہوتا

ہے، ان کا کلام بھی اسی بلندی اور معیار کے مطابق بلند ہوتا ہے۔ بہرحال جو بھی کلام عطا ہوتا ہے چاہے اس کا معیار جو بھی ہو وہ اللہ کی عنایت اور فضل کی مرہونِ منت ہے۔ یہی شاعری کی اصل حقیقت اور روح ہے — علم اور مہارت ضروری ہیں لیکن اصلی شاعری الہام و فیض کا مظہر ہوتی ہے اور یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

سوال:۔ صدیقی صاحب ! کیا بظاہر کوئی ان پڑھ شخص شاعری کر سکتا ہے ؟یعنی اگر وہ شخص دیگر اصول وضوابط سے ناآشنا ہے ہے۔

جواب:۔ جی ! میری رائے میں جو لوگ صرف علمِ عروض اور دیگر اصول و ضوابط سیکھ کر ہی شاعری کرنا چاہتے ہیں وہ کبھی اچھے شاعر ثابت نہیں ہوتے۔ یہ اصول و لوازمات تو مدد کے لیے ضرور ہیں اور ان سے مدد لینا بالکل درست ہے لیکن اصل شاعری کا دارومدار صرف اس علم پر نہیں ہوتا۔ ایک شخص جو پہلے ہی شاعر ہے اور اپنی قدرتی صلاحیت کے ساتھ تخلیق کرتا ہے، وہ ان بنیادی اصولوں سے مدد لیتا ہے، اور یہ سب علم اس کی شاعری کا حصہ بن جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سب نہیں جانتا تو بھی حقیقت یہی ہے کہ جتنے بھی عظیم شاعر ہیں جن کے نام آج بھی زندہ ہیں، جن پر پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جاتے ہیں — مثلاً بابا بھلے شاہ صاحب — وہ سب اپنی شاعری میں اللہ تعالیٰ کی عطا اور فیض کے زیرِ اثر لکھتے رہے حالانکہ ان کی تعلیم بھی محدود تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ عظیم شعرا، جن کا کلام آج بھی تابندہ اور زندہ ہے انہوں نے اکثر اپنی تخلیقات علمِ عروض وغیرہ کے منظرِ عام میں آنے سے بہت پہلے ہی کیں یعنی وہ سب صرف اور صرف الہام اور فیض کی بنیاد پر شاعری کرتے رہے۔ لہٰذا جو مثبت و تعمیری خیال یا جذبہ ذہن میں آتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ باقی یہ کہ شاعری کے بنیادی اصول و ضوابط، یعنی علمِ عروض وغیرہ جاننا لازمی ہے۔ اساتذہ کرام سے ملنا چاہیے۔ ان کے کلام پر غور و فکر کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے لکھتے ہیں۔ یہ سب ہم پر فرض ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ ہمارا علم و ہنر نکھارنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے شاعری شروع کرنے کے بعد باقاعدہ اُن چیزوں کو دیکھنے کی کوشش کی ۔؟

جواب:۔ بہت اچھا سوال ہے آپ نے۔ اس حوالے سے میں عرض کرتا ہوں کہ میں نہ صرف اس معاملے میں بلکہ کئی امور میں ایک معمولی اور نکما انسان ہوں۔ میری یہی عادت ہے کہ جو کچھ لکھا جاتا ہے میں اسے بدلنے کی کوشش نہیں کرتا، چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔ میں بس لکھتا رہتا ہوں۔ جہاں تک علمِ عروض کا تعلق ہے تو جو شخص لکھنے والا ہے اسے یہ بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک اہم بات میں یہاں کہنا چاہتا ہوں کہ جس کلام سے میں واقعی بہت متاثر ہوا، وہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام ہے۔

جب کسی عام شاعر پر کوئی آمد یا کیفیتِ شعر کہنے کی حالت طاری ہوتی ہے، تو اُس شاعر کی عادات، اُس کے ذہن میں چلنے والے معمولات اور اُس کے نفس میں جو ہے وہ سب شاعری کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں ایک بہت بڑا اور منفرد پیغام یہ ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ہر لفظ، ہر مصرعہ صرف الہام اور فیض کی بنیاد پر ہے۔ یہ کلام شروع سے آخر تک دنیا کا وہ واحد منظوم کلام ہے جس میں حمد و ثناء ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی ہے، اسلام کا دفاع ہے اور قرآن کریم کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی انسان سوچ سمجھ کر لکھے تو فرق فوراً محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ سوچ کر لکھی گئی چیز ہے اور یہ عطا شدہ ہے جو دنیا سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجی گئی ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ کلام کو دُرِ ثمین بناتی ہے۔ یہ کلام نہ صرف علمی و ادبی اعتبار سے بلند پایہ ہے بلکہ روحانی اور قلبی اثرات کے لحاظ سے بھی بے مثال ہے، اور ہر شاعر اور طالبِ علم کے لیے ایک عظیم درس اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

سوال:۔ ایک شاعر معاشرے میں کیا انقلاب لا سکتا ہے۔

جواب:۔ ایسا ہے کہ نہ صرف شاعر بلکہ ہر لکھاری، ادیب، استاد، مبلغ اور دیگر افراد اصلاحِ معاشرہ کی مہم میں چھوٹے مگر انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت کچھ نہ کر سکیں، لیکن بہرحال ہر شخص اپنی حیثیت سے اپنا اثر ضرور ڈال سکتا ہے۔ ایک شاعر کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی بات لوگوں تک پہنچائے اور یہ بات ہمیشہ نیکی کے پیغام کے ساتھ ہونی چاہیے۔ لکھتے وقت یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بظاہر داد و تحسین کے لیے کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جو مشاعروں میں تو واہ واہ پاتے، لیکن نوجوانوں یا نئے لکھنے والوں پر منفی اثر ڈالے۔

میں نے کئی مشاعرے دیکھے ہیں جن میں غیر اخلاقی یا غیر موزوں پیغام دیا جا رہا ہوتا ہے، اور لوگ آگے سے کھڑے ہو کر داد و تحسین کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نوجوان، جو نئے لکھنے والے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اچھا! ہمیں بھی ایسا ہی لکھنا چاہیے۔ لہٰذا ایک احمدی لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا قبلہ درست رکھے، یعنی اپنے کلام کی رہنمائی کے لیے وہ اپنے بزرگوں اور پیشرو شاعروں کی طرف رجوع کرے جنہوں نے نیک نیتی، اخلاق اور تعلیمات کے مطابق بہترین اور اثر انگیز لکھا۔ یہی طریقہ ہے جس سے شاعری تعلیمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے مؤثر اور معاشرے کے لیے مفید بن سکتی ہے۔

سوال:۔ صدیقی صاحب ! یہ بتائیں کہ ہمارا معاشرہ ایک شاعر کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟

جواب:۔ اگر تو آپ محبت اور پیار کی بات کرتے ہیں تو سماج سے بہت محبتیں ملتی ہیں اور اگر آپ بالکل دنیاوی باتیں کریں تو پھر ظاہر ہے اُن کو ویسا ہی شاعر سمجھا جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا شاعری بطور پیشہ اپنائی جاسکتی ہے ؟

جواب:۔ اس میں دو سوال ہیں ۔ میری رائے کے مطابق ہمارے جو احمدی احباب ہیں اُن کو بطور پروفیشن نہیں اپنانا چاہیئے اور نہ ہی اُس میدان میں جانا چاہیئے ۔ کیونکہ بہر حال ہمارا اصل مقصد تو صرف یہ ہے کہ کوئی اس ڈھب سے سمجھے کہ بس مدعا صرف یہی ہے ۔ یعنی کسی نہ کسی رنگ میں پیغام پہنچانا وہ ٹھیک ہے ۔

سوال ۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کوئی دلچسپ واقعہ بتائیے ۔

بات یہ ہے کہ ہمارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی ہر احمدی پر اتنی شفقتیں ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے ۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز یاد داشت پر میں اکثر انگشت بدنداں ہوتا ہوں ۔ ایک دفعہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دوران خاکسار نے اپنی ایک نظم سنائی جس کا آغاز کچھ یوں ہے ۔

وصالِ یار کو جانا تو ہو کر با وُضو جانا
مجسم با ادب رہنا سراپا آرزو جانا
نگاہ یار وہ شے ہے جو ذرے کو بھی ذر کر دے
اٹھائے خاک سے اور شہر بھر میں معتبر کر دے

پیارے آقا یہ نظم سنتے ہوئے سر جھکائے اپنی ڈاک ملاحظہ فرماتے رہے ۔ مجھے لگا کہ پیارے آقا نے یہ نظم سنی نہیں ہے ۔ ایک سال بعد دوبار ملاقات کا شرف ملا ۔ پیارے آقا نے ارشاد فرمایا کچھ تازہ کلام ہے ؟ ۔ میرے پاس اس وقت تازہ ترین وہی نظم تھی ۔ میں نے عرض کی ۔ جی حضور ! عرض کیا ہے ۔ وصالِ یار کو جانا تو ہو کر باوُضو جانا مجسم باادب رہنا سراپا آرزو جانا ۔ پیارے آقا نے فرمایا یہ تو آپ نے پچھلے سال سنائی تھی ۔ میں نے گھبرا کے عرض کی حضور آپ تب ڈاک ملاحظہ فرمارہے تھے مجھے لگا تھا کہ آپ نے سنی ہی نہیں ۔ اس پر حضور دیر تک مسکراتے رہے ۔

سوال:۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت کا کوئی واقعہ بتائیے ۔

جواب ۔ پیارے آقا کی اتنی شفقتیں ہیں کہ کیا کیا عرض کروں ۔ ایک دن لندن میں گروسری کی ایک چھوٹی سی دکان میں اشیائے ضرورت خرید رہا تھا کہ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شفقت بھرا فون آیا "فرمایا ہر انتخاب سخن میں آپ کالی شرٹ پہنتے ہیں ۔ لگتا ہے شرٹیں خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہیں کیا میں پیسے بجھواوں ۔ میں نے اشکبار آنکھوں سے کہا پیارے آقا ! آپکی دعا سے بہت شرٹس ہیں ۔ بس کالی شرٹیں ہی پسند ہیں لیکن اب انتخاب سخن میں سفید شرٹ پہنا کروں گا ۔ پھر پیارے آقا نے ایم ٹی اے پر چلنے والی نظموں کو بہتر بنانے کے لئے تفصیل سے ہدایات دیں ۔ ہم بہت خوش قسمت ہے کہ ہمارے امام دو سو سے زائد ممالک میں بسنے والے ہر ہر احمدی کے حالات پر نظر رکھتے ہیں اور ہمیشہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بابرکت سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین

اے مِرے خدا مِرے چارہ گر اُسے کچھ نہ ہو
مجھے جاں سے ہے وہ عزیز تر اُسے کچھ نہ ہو
جسے دیکھتے ہی بجھے دیئے بھی دمک اٹھیں
جسے چُھو کے سنگ بنے گہر اُسے کچھ نہ ہو

سوال :۔ مبارک صاحب ! آخر پر آپ ہمارے سہ ماہی رسالہ " انصاراللہ " کے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے ۔

جواب ۔ میری کوئی حیثیت تو نہیں ہے کہ کسی کو نصیحت کر سکوں ۔ لیکن عرض کرتا چلوں کہ ساری برکتیں ساری عزتیں سارے مرتبے خلیفہ وقت کی اطاعت میں ہیں ۔ ہم سب کو ایسا بننے کی کوشش کرنی چاہیے جیسے ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں ۔

خیال اپنا مزاج اپنا پسند اپنی کمال کیا ہے
جو یار چاہے وہ حال اپنا بنا کے رکھنا کمال یہ ہے

ایک اور بات کہ ہمیں خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی زیادہ سے زیادہ جماعت کے پروگراموں میں مشغول رکھنا چاہیے میرا ایک شعر ہے کہ

ہزار بھیڑیے پھرتے ہیں کاٹ کھانے کو
سو عافیت ہے اسی میں کہ قافلے میں رہو

اس کے علاوہ میں آپ دونوں کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ آپ نے اتنی محبت اور توجہ سے اس انٹرویو کو ترتیب دیا اور مجھے کچھ کہنے کا موقع فراہم کیا ۔ بہت شکریہ !

پینل معاونین:۔ صدیقی صاحب ! آپ کی بھی محبت کا بہت شکریہ ۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا ۔ جزاکم اللہ

مالی قربانی۔ وصیت

نظامِ وصیت کے معجزانہ ثمرات

جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تعلی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا انشاءاللہ۔ ۔۔۔ ۔۔۔تفصیلی مضمون پڑھیئے۔

محمد عثمان قمر۔ جرمنی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام وصیت کرنے والوں کیلئے خدا کے حضور دعا کرتے ہوئے رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کیلئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے۔ جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے در حقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کیلئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین۔"

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔"

(رسالہ الوصیت-روحانی خزائن جلد20-صفحہ317-316)

شرائط وصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"۔۔۔۔۔ خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کیلئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں، سو وہ تین شرطیں ہیں، اور سب کو بجالانا ہو گا۔

1۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے۔۔۔۔۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کیلئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔۔

2۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہو گا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہو گا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہو گا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

4۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں۔ اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا۔ تو اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

(رسالہ الوصیت-روحانی خزائن جلد20۔ صفحہ318تا320)

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کیلئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کیلئے قوم پر ظاہر ہوں۔

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور ان کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔"

(رسالہ الوصیت-روحانی خزائن جلد20۔ صفحہ327)

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:۔

"مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس کی اشاعت کریں اور اپنی آئندہ نسل کیلئے اس کو محفوظ رکھیں۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20 صفحہ321)

یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیوں کر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔"

(رسالہ الوصیت-روحانی خزائن جلد20 صفحہ-321 حاشیہ)

"۔۔۔۔۔۔ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں

پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔ "

(رسالہ الوصیت -روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 327)

" جو احباب کوئی جائیداد نہیں رکھتے مگر آمدنی کی کوئی سبیل رکھتے ہیں وہ اپنی آمدنی کا کم از کم 10/1 حصہ ماہوار انجمن کے سپرد کریں۔۔۔۔۔۔لیکن ان کو وصیت کرنی ہوگی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے متروکہ کی کم از کم 10/1 حصہ کی مالک انجمن ہو۔ "

(رسالہ الوصیت -روحانی خزائن جلد -20 صفحہ 332)

دنیا کا نیا نظام الوصیت میں موجود ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"۔۔۔۔۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ علاوہ زکوٰۃ کے غرباء کی سب ضرورتیں رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم چندوں سے پوری فرمایا کرتے تھے۔ "

(نظام نو صفحہ 110)

"۔۔۔۔۔ ضرورت ہے کہ اس موجودہ دور میں اسلامی تعلیم کا نفاذ ایسی صورت میں کیا جائے کہ وہ نقائص بھی پیدا نہ ہوں جو ان دنیوی تحریکوں میں ہیں اور اس قدر روپیہ بھی اسلامی نظام کے ہاتھ میں آجائے جو موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے مساوات کو قائم رکھنے اور سب لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے۔ "

(نظام نو صفحہ 112)

"۔۔۔۔۔ خلفاء نے اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اسلام کے احکام کی تعبیر کی۔ مگر موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے کسی اور نظام کی ضرورت تھی اور اس نظام کے قیام کیلئے ضروری تھا کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور وہ ان تمام دکھوں اور دردوں کو مٹانے کیلئے ایسا نظام پیش کرے جو زمینی نہ ہو بلکہ آسمانی ہو اور ایسا ڈھانچہ پیش کرے جو ان تمام ضرورتوں کو پورا کر دے جو غرباء کو لاحق ہیں اور دنیا کی بے چینی کو دور کر دے۔ "

(نظام نو صفحہ 113)

جاری ہے

دیکھو سود کا کس قدر سنگین گناہ ہے

جو خدا تعالیٰ پر توکل کرتا ہے خدا اس کا کوئی سبب پردہ غیب سے بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے کہ متقی کے لئے خدا تعالیٰ کبھی ایسا موقع نہیں بناتا کہ وہ سُودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ یاد رکھو! جیسے اَور گناہ ہیں مثلاً زنا، چوری ایسے ہی یہ سُود دینا اور لینا ہے۔ کس قدر نقصان دِہ یہ بات ہے کہ مال بھی گیا، حیثیت بھی گئی اور ایمان بھی گیا۔ معمولی زندگی میں ایسا کوئی امر ہی نہیں کہ جس پر اتنا خرچ ہو جو انسان سودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ مثلاً نکاح ہے اس میں کوئی خرچ نہیں۔ طرفین نے قبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ بعد ازاں ولیمہ سنت ہے۔ سو اگر اس کی استطاعت بھی نہیں تو یہ بھی معاف ہے۔ انسان اگر کفایت شعاری سے کام لے تو اس کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ اپنی نفسانی خواہشوں اور عارضی خوشیوں کے لیے خدا تعالیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں جو ان کی تباہی کا موجب ہے۔ دیکھو سود کا کس قدر سنگین گناہ ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں؟ سؤر کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(البقرۃ:174)

یعنی جو شخص باغی نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ غفور رحیم ہے مگر سود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالت اضطرار جائز ہے بلکہ اس کے لئے تو ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ

(البقرۃ:279-280)

اگر سُود کے لین دین سے باز نہ آؤ گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان ہے۔...... مسلمان اگر اس ابتلا میں ہیں تو یہ ان کی اپنی ہی بد عملیوں کا نتیجہ ہے۔... انسان کو چاہیے کہ اپنے معاش کے طریق میں پہلے ہی کفایت شعاری مدّ نظر رکھے تاکہ سُودی قرضہ اٹھانے کی نوبت نہ آئے جس سے سُود اصل سے بڑھ جاتا ہے۔... پھر مصیبت یہ ہے کہ عدالتیں بھی ڈگری دے دیتی ہیں مگر اس میں عدالتوں کا کیا گناہ جب اس کا اقرار موجود ہے تو گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ سود دینے پر راضی ہے۔

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۹۶-۹۴ ۔ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

احمدی مصنّفین کے بنیادی اصولی رنگ کی اہمیت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے چند کتب پر ریویو کرتے ہوئے احمدی مصنّفین کی اصولی رنگ میں رہنمائی کرتے ہوئے ان سے اس امید کا اظہار فرمایا کہ وہ اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات اور سچے اور ثابت شدہ واقعات درج کرنے کی کوشش کریں گے اور کچی اور سُنی سنائی باتوں سے اجتناب رکھیں گے تاکہ ان کی کتابیں ان برکات سے متمتّع ہوں جو خدا کی طرف سے ہمیشہ صداقت کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔

ایک یادگار ادبی نشست

یہ بابرکت ادبی نشست حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے منعقد کی گئی، جو اپنی نوعیت کی ایک نہایت خوبصورت اور روحِ پرور تقریب ثابت ہوئی ۔۔۔ پروگرام کی جھلکیاں ملاحظہ کیجیئے ۔

شکیل احمد۔ سٹیج سیکرٹری

مجلس انصاراللہ بیلجیم کے زیرِاہتمام ایک پُروقار اور یادگار محفلِ مشاعرہ دلبیک (برسلز) میں بعد از نمازِ مغرب وعشاء منعقد ہوئی۔ یہ بابرکت ادبی نشست حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے منعقد کی گئی، جو اپنی نوعیت کی ایک نہایت خوبصورت اور روح پرور تقریب ثابت ہوئی۔ محفل کی صدارت محترم مبارک احمد صدیقی صاحب نے فرمائی، جن کی شمولیت بھی حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی منظوری سے عمل میں آئی۔ اس موقع پر محترم ظفراللہ سلام صاحب (مشنری انچارج بیلجیم)، محترم انور حسین صاحب (نائب امیر بیلجیم)، اور محترم شیخ وسیم احمد صاحب (صدر مجلس انصاراللہ بیلجیم) نے اپنی موجودگی سے محفل کو رونق بخشی۔

تقریب میں تین مقامی شعراء نے اپنے پُراثر اردو کلام پیش کیے، جن میں خلافتِ احمدیہ سے والہانہ محبت اور جماعت سے وفا کے جذبات نمایاں طور پر جھلک رہے تھے۔ صدر محفل محترم مبارک احمد صدیقی صاحب نے نہ صرف اپنا خوبصورت اور ایمان افروز کلام پیش کیا بلکہ خلافت سے وابستہ یادگار واقعات بھی سنائے، جنہوں نے سامعین کے دلوں پر گہرا روحانی اثر چھوڑا۔ محفل کا اختتام رات تقریباً 9 بجے دعا پر ہوا، جس کے بعد مہمانوں کے لیے عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب میں انصار، خدام اور اطفال سمیت تقریباً 150 احباب جماعت نے شرکت کی، جو محفل کی کامیابی اور جماعتی اتحاد کی مظہر تھی۔ یہ ادبی محفل نہ صرف ایک خوشگوار یاد بن کر دلوں میں نقش ہو گئی بلکہ اس نے جماعت احمدیہ کی اردو ادب سے محبت، روحانی وابستگی، اور خلافت کے ساتھ گہرے تعلق کو بھی نہایت مؤثر انداز میں اجاگر کیا۔

انچارج محفلِ مشاعرہ: شکیل احمد قائد تربیت

ایک یادگار ادبی نشست

خیاطِ ازل کے ہاں

قسط نمبر3

چشمِ فلک نے دیکھا کہ تھکے ماندے زخموں سے چور نورانی وجودوں نے اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہا اور اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کہ لشکرِ کفار پر سناٹا چھا گیا۔ یہ مقام اُحد تھا۔ اور ہم اُحد کے پہاڑ پر کھڑے تھے--- -- -- --

رحیق المختوم ۔ یو کے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ رونق افروز ہوئے تو مسلمان عورتیں اور لڑکیاں خوشی کے جوش میں اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر گانا گا رہے تھے

طَلَعَ البَدْرُ عَلَيْنَا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا۔۔۔۔۔۔۔ مَا دَعٰی لِلّٰهِ دَاعِ

(ہم پر کوہِ وداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اب ہم پر ہمیشہ کے لئے خدا کا شکر واجب ہو گیا ہے)

لوگ جوشِ محبت سے آپؐ کی اونٹنی کی باگ پکڑ لیتے تھے تاکہ انکے گھر آپؐ رہائش پذیر ہوں۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ "میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اس وقت مامور ہے۔"

اونٹنی تھوڑی دور خراماں خراماں چلتی ہوئی موجودہ مسجد نبوی کی جگہ پر بیٹھ گئی پھر اُٹھ گئی اور چند قدم چلنے کے بعد پھر واپس لوٹ آئی اور بیٹھ گئی۔ آپؐ نے فرمایا هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ۔

تو جس جگہ آپ کی اونٹنی بیٹھی وہ دو یتیم بھائیوں سہل اور سہیل کی تھی۔ اس جگہ کہ آپؐ نے اپنے حجرات اور مسجد کے لیے پسند فرمایا۔ دونوں بھائیوں کے انکار کے باوجود انہیں اس زمین کی قیمت جو کہ قریباً دس دینار تھی ادا کی گئی۔ اور پھر اس جگہ مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مسجد کی شان کی کیا بات ہے اللہ اللہ۔ اس کی تعمیر کے دوران صحابہ کبھی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھتے۔

هٰذَا الحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَر

هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطهَر

ترجمہ: یہ بوجھ خیبر کا تجارتی مال کا بوجھ نہیں جو مویشیوں پر لدا آتا ہے۔ بلکہ اے ہمارے رب! یہ تو تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم صرف تیری رضا کے لیے اُٹھا رہے ہیں۔

اور کبھی یہ شعر پڑھتے:

اللهم ان الاجر اجر الاخرة

فارحم الانصار والمهاجرة

یعنی: اے ہمارے اللہ! اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر اپنے فضل سے رحمت نازل فرما۔

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بھی بعض اوقات اپنے اصحاب کے ساتھ ہم آواز ان اشعار کو دہراتے۔

ہم جب اس مسجد میں داخل ہوئے تو لگا ہی نہیں کہ پہلی دفعہ یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اس میں ایک ایسی اپنایت ہے جیسے بچپن سے یہاں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے کے متعلق حدیث ہے کہ سوائے کعبہ کے دوسری تمام مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ مسجد کے اندر پرندے اڑتے آتے ہیں اور وہاں زائرین یا بعض اوقات خدمت گار انکے لئے گلاس میں پانی رکھ کے سامنے کر دیتے ہیں۔ اور پرندے آرام سے اپنی پیاس بجھا کر اُڑ جاتے ہیں۔

ہم بھی تو پرندے تھے جو اپنی پیاس بجھانے آئے تھے۔ اور یہ خواہش تھی کہ یہ پیاس کبھی نہ بجھے۔ ہمیں بار بار یہاں اپنی پیاس لے کر آنے کا موقع ملتا رہے۔ اور ہم بار بار یہاں اپنے آپ کو سیراب کرنے آتے رہیں۔

اسی مسجد میں روضہ رسول کے ساتھ اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے اور ریاض

الجنتہ ہے۔ مگر فی الحال ہم وہاں سے دور تھے۔ ہماری موبائل ایپ کام نہیں کررہی تھی کہ ہم اس پر ٹائم بک کرلیتے۔

اسی مسجد میں پہلی مرتبہ ہمارے سردار حضرت بلالؓ کی آواز میں اذان گونجی تھی۔ اور آج وہی اذان دنیا کے چاروں کونوں میں خدا کی توحید اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کا اعلان کررہی ہے۔ یہ مسجد ایوانِ حکومت کا کام کرتی تھی۔ تمام ریاستی امور یہیں طے ہوتے تھے۔ یہ مہمان خانہ بھی تھا اور جنگی قیدیوں کو بھی یہیں رکھا جاتا تھا۔ اسی جگہ حضور پاک ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ہمراہ رہائش پذیر تھے۔

اوراسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان اپنے رفیق اعلیٰ کے حوالے کی۔ اسی جگہ آپ اپنے دو پیارے ساتھیوں کے ہمراہ مدفون ہیں۔ اس مسجد کی شان و محبت کو لکھتے ہوئے ایک سرشاری بھی ہے اور ایک طلب اور اداسی بھی۔ کاش میں اس میں مزید اپنا وقت گزار سکتا۔

مسجد نبوی کے صحن میں لوگ بعض جگہ ٹولیوں کی صورت میں بیٹھ جاتے ہیں۔ قریباً آٹھ بجے صبح مسجد کے صحن کی چھتریاں کھول دی جاتی ہیں۔ چھتریاں کھلنے کا منظر بہت دیدہ زیب ہے۔ ننھے بچے ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ فیملیز کہیں بیٹھی کھانا کھارہی ہوتی ہیں۔ کہیں کوئی زائرین میں کچھ چیز بانٹ رہا ہوتا ہے۔ الغرض ایک محبت بھرا ماحول ہوتا ہے۔ کبھی کبھی گمان ہوتا ہے جیسے اس جگہ کوئی فکر پر بھی نہیں مارتی

مجھے سمجھ نہیں ہے کہ کیسے اس جگہ سے محبت کو لفظوں میں اتاروں؟ کیسے اس کے ٹھنڈے فرشوں کی ٹھنڈک الفضل کے قارئین تک پہنچاؤں۔ وہاں پیے آب زم زم کی تازگی کیسے بیان کروں۔

نزار قبانی نے کیا خوب کہا ہے کہ

لیس کل شیی ءٍ فی القلب یقال، لذلک خلق اللہ التنهیدۃ، الدموع، النوم الطویل، الابتسامۃ الباردۃ، ورجف الیدین

دل کی ہر بات نہیں کہی جاسکتی، شاید اسی واسطے ہی "اللہ" نے خاموش آہیں اور سسکیاں بنائیں، آنسو پیدا کیے، طویل نیند بنائی، اور اسی خاطر ہی بے کیف مسکراہٹ اور وقتِ الوداع ہاتھوں کو ہلانے کا سامان پیدا کیا"۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس جگہ جانے اور اس جگہ کی محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسجد غمامہ

تاریخ اسلام کے مطابق مسجد غمامہ اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے پہلی دفعہ عید کی نماز ادا فرمائی تھی۔ اسی جگہ ایک مدینہ میں قحط اور خشک سالی کی وجہ سے حضور پاکؐ نے نماز استسقاء بھی پڑھائی تھی اور اسی وقت بادل نمودار ہوئے اور بارش شروع ہوگئی تھی۔ یہاں بعد میں یادگار کے لئے مسجد تعمیر کردی گئی۔ بادل آنے کی وجہ سے اسکا نام غمامہ رکھا گیا یعنی بادل والی مسجد۔

مسجد غمامہ اور مسجد ابوبکر میں نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی کیونکہ یہ مسجد نبوی کے بلکل قریب واقع ہیں۔ اکثر اوقات یہ مساجد بند رہتی ہیں۔ البتہ کبھی کبھار زائرین کے لیے ان کو کھول دیا جاتا ہے۔ ہمیں ایک مرتبہ موقع مل گیا کہ مسجد غمامہ میں دو رکعت نفل ادا کرلیے۔

مسجد علی شیعہ زائرین کی وجہ سے مستقل بند کردی گئی ہے۔ مگر شیعہ زائرین کا وہاں ہر وقت جھمگٹا رہتا ہے۔

مسجد نبوی سے بیس منٹ کی پیدل مسافت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک مسجد ہے۔ یہ تین منزلہ عمارت ہے جس کی پہلی دو منزلوں پر مارکیٹ اور بازار واقع ہیں جبکہ تیسری منزل پر مسجد بلال ہے۔ جب ہم وہاں گئے تب یہ بند تھی اور پوچھنے پر بتایا کہ صرف فرض نماز کے لیے کھلتی ہے۔ اس کے اردگرد جو بازار ہے وہاں ضرورت کی تمام اشیاء سستے داموں مل جاتی ہیں۔ دکان دار عموماً آپ کے اصل قیمت سے دگنا تگنا بتاتے ہیں مگر آپ کو وہاں نرخ کم کروانے چاہیں۔ ہم نے وہاں سے بعد میں احرام خریدے تھے۔

مسجد قبا

ایک یہودی کسی بلند مقام پر کھڑا تھا تیز دھوپ میں دور سے اس نے دو سفید لباس چمکتے دیکھے تو وہ بلند آواز میں چلایا: "یا معاشر العرب! جس کی تم راہ

دیکھتے ہو وہ آرہے ہیں۔"

اہلِ مدینہ جوش اور خوشی سے دیوانے ہوکر بھاگتے ہوئے اپنے پیارے حبیب کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے۔

ڈرائیور سے ہم نے پوچھا کہ زیارات کرانے کا کیا پلان ہے۔ کہنے لگا "جیسے آپ کہیں" میں نے کہا کہ آپ کو کیا مناسب لگتا ہے؟ کہنے لگا پہلے مسجد قبلتین جائیں گے پھر اُحد پھر وہاں سے مسجد قبا۔

قبا کا نام سن کر باقی سارا پلان اُڑ گیا۔ اور قبا ہی روشن ہوا۔ میں نے عرض کی ۔اے چار پہیوں والی مشینری ڈاچی کے مہار۔۔ ہمیں پہلے قبا لے چل۔

اور اب ہم قبا میں تھے کہ قبا میں ہونا بھی تو ایک نعمت ہی ہے۔

مسجد نبوی سے تین کلومیٹر دور انصار کی ایک بستی واقع ہے۔ جس کا نام قبا ہے۔یہی وہ مقام ہے جہاں اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر ہوئی تھی او راس مقام کی نسبت سے اس کو مسجد قبا کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد خالصتاً تقویٰ پر تعمیر کی گئی جس کی شہادت قرآن پاک میں سورہ التوبہ آیت ۱۰۸ میں موجود ہے۔ اسی نسبت سے اسے مسجد تقویٰ بھی کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں ۲ رکعت نماز ادا کرے تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا"۔

ہم نے بمطابق اس حدیث کے مسجد قبا میں بار بار عمرہ کیے۔ اس مسجد سے ایک خاص محبت محسوس ہو رہی تھی، یہ وہ مسجد تھی جس کی بنیادوں میں پہلا پتھر خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروق نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اسکے بعد تمام انصار و مہاجرین نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اس مسجد کو دراصل مسلمانوں نے ایک قومی عبادت گاہ کے طور پر تعمیر کیا تھا۔

عالم تصور میں وہ مناظر گھوم رہے تھے کہ جب صحابہ اس مسجد کو بنا رہے ہونگے تو کیسے جوش و جذبہ ان کے چہروں سے جھلک رہا ہوگا۔ ان کو مکہ میں دارِ ارقم بھی یاد آرہا ہوگا کہ کیسے وہ چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے وہاں۔ انکو خانہ کعبہ میں عبادت کی وجہ سے پڑنے والی مار بھی یاد آرہی ہوگی۔ اور ان اصحاب رضوان اللہ کے دل اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے گیت گا رہے ہونگے کہ اب انہیں روئے زمین پر کوئی عبادت سے روکنے والا نہیں ہوگا۔ چند دن کی محنت سے تیار ہونے والی اِس مسجد سے رسول اللہ ﷺ کو آخر دم تک بڑی محبت رہی آپ قبا سے مدینہ چلے جانے کے بعد ہر ہفتے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اس مسجد میں عبادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

سفید رنگ کی یہ عظیم الشان مسجد قدرے اونچائی پر واقع ہے۔ موجودہ سعودی حکومت نے اس میں اچھی خاصی توسیع کی ہے۔ یہ دور ہی سے نظر آجاتی ہے۔ ہمارے بس میں ہوتا تو ہم مسجد میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے مگر مسجد نبوی ہمیں زیادہ دیر دور رہنے نہیں دیتی تھی۔

انصارِ مدینہ کا خلوص اور ایک لطیفہ

جب میرے پیارے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو بقول براء بن عازب "جو خوشی انصار کو آپؐ کے مدینہ تشریف لانے کے وقت ملی ویسی خوشی کی حالت میں میں نے انہیں کبھی کسی اور موقعہ پر نہیں دیکھا۔"

آپؐ کلثوم بن الہدم کے مکان پر ٹھہرے۔ زیادہ تر اہلِ مدینہ نے آپؐ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب آپؐ سے ملنے آتے تو بہت سوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہی رسول اللہ سمجھا۔ مگر جب محفل میں دھوپ چھائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی چادر سے حضور ﷺ پر سایہ کر دیا۔ جس سے اہلیانِ مدینہ کی غلط فہمی دور ہوگئی۔

مسجد جمعہ

مقام قبا قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ انصار و مہاجرین کی ایک بڑی تعداد تھی۔ محلہ بنو

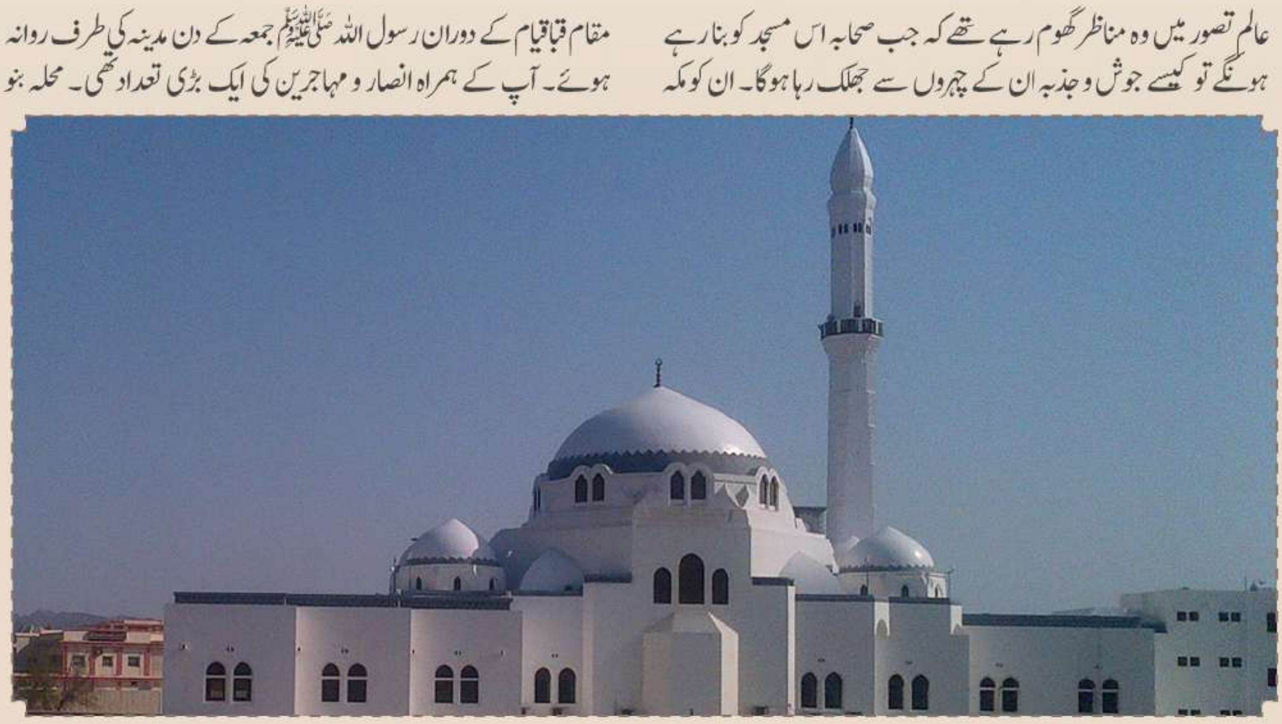

سالم بن عوف پہنچ کر آپ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ تاریخ اسلام کے مطابق گو جمعہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا۔ مگر یہ پہلا جمعہ تھا جو آپؐ نے خود ادا کیا۔ اس تاریخی مقام پر اب ایک نہایت دیدہ زیب مسجد موجود ہے۔

ہمیں معلوم ہوا کہ مسجد جمعہ سوائے فرض نمازوں کے بند رہتی ہے۔ ابھی فرض کا وقت نہیں تھا اور جمعہ بھی نہیں تھا۔ اس لئے ہم خاموش ہو گئے۔ ہم وہ گداگر نہیں تھے جو بھیک نہ دینے والے کو اگر برا بھلا نا کہیں تو کم از کم گھوریاں ضرور دیتے ہیں۔ ہم تو نہایت سادہ اور مسکین سے گداگر تھے جو کہتے تھے کہ "جو دے اسکا بھی بھلا، جو نا دے اسکا بھی بھلا"

جبلِ اُحد

پھر ڈرائیور ہمیں اُحد لے آیا۔ اور اُحد آکر زخم تازہ ہو گئے۔

تاریخ اسلام کا ایک دردناک مقام کہ جب آنحضرت ﷺ کے بہت سے جانثار جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ آپؐ کے عزیز از جان رضائی بھائی اور چچا جان حضرت حمزہؓ بھی وحشی کے نیزے کا نشانہ بن چکے تھے۔ خود حبیب خداؐ بھی زخموں سے چور چور پہاڑ کے حصے پر پناہ گزین تھے اور دُشمن نام لے لے کر کہہ رہا تھا ہم نے ابوبکرؓ کو مار دیا، ہم نے عمرؓ کو مار دیا، محمدؐ بھی نہ رہے اور جواب میں خاموشی پا کر "ہبل کی جے ہو، ہبل کی جے ہو" کے نعرے لگا رہے تھے تب غیرت محمدیؐ جوش میں آئی اور اپنے تھکے ماندے رفقا کو حکم دیا کہ اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ اب ان کے مردہ خدا کے سامنے اپنے زندہ پروردگار کی وحدانیت کا سوال ہے اب خاموش نہیں رہنا۔ تو چشم فلک نے دیکھا کہ تھکے ماندے زخموں سے چور نورانی وجودوں نے اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہا اور اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کہ لشکرِ کفار پر سناٹا چھا گیا۔

یہ مقام اُحد تھا۔ اور ہم اُحد کے پہاڑ پر کھڑے تھے۔ اور دل درد محسوس کر رہے تھے۔

ہم اس درے پر کھڑے تھے جہاں سے خالد بن ولید نے پلٹ کر مسلمانوں پر وار کیا تھا اور مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ کو ہار میں بدل دیا تھا۔

ہم اُس پہاڑ پر تھے جس پر ایک رسولِ خدا ﷺ نے پاؤں مار کر فرمایا تھا کہ اُحد ٹھہر جا، تم پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

جب ہم اُحد پر پہنچے تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ سب سے پہلے ہم شہدائے اُحد کے قبرستان پر گئے۔ ان قبروں کو جنگلہ لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ تاہم اندر قبریں دکھائی دیتی ہیں۔ اندر حضرت حمزہ بھی دفن ہیں جن کی ۷۰ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

مکہ اور مدینہ ایسی جگہیں ہیں جہاں قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں ہیں۔ اور ہر جگہ سے ایسی محبت دل سے نکلتی ہے کہ لگتا ہے جیسے اس مقام سے زیادہ کوئی اور عزیز ہی نہیں۔ مگر پھر اس مقام سے ہٹ کر دوسری جگہ جائیں تو وہی اُنس اس جگہ آن لپیٹتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می بینم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

"محبوب کے چہرے سے اس کے قدموں تک، میرا دل ہر مقام پر یہ گمان کرتا ہے کہ اصل حسن کا جادو تو یہاں چل رہا ہے"۔

ہم جنگلے پر کھڑے تھے اور ہاتھ دعا کے لیے بلند تھے۔ آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں اور تخیل میں جنگ اُحد کی ایک فلم چل رہی تھی۔ تصور کی آنکھوں سے ہم دیکھ رہے تھے کہ کس طرح رسول اللہ اس مقام پر یہ فرماتے آئے کہ "جب نبی ہتھیار باندھ لے تو پھر اتارتا نہیں جب تک جنگ نہ ہو جائے"۔

کیسے جنگ ہوئی ہو گی، جیتی جنگ دیکھ کر کیسے درّے سے سپاہی نیچے آئے ہونگے اور خالد بن ولید کو موقع مل گیا ہو گا۔ ہمارے ڈرائیور نے ایک دوسرے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ زخمی حالت میں گئے تھے اپنے اصحاب کے ہمراہ۔ اور وہ جگہ جانے کی اب بلکل اجازت نہیں سعودی حکومت نے وہاں سختی سے جانا ممنوع کر رکھا ہے اور وہاں تک جانے کے تمام راستے بند ہیں۔

اُحد کے مقام پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر ہے، یہاں ہم نے نماز مغرب ادا کی۔ واپس لوٹتے ہوئے ایک مرتبہ پھر ہم شہدائے اُحد کی قبروں کی طرف گئے۔ اور بھیگی آنکھوں سے الوداعی سلام کہا۔

(باقی سفرنامہ اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیے)

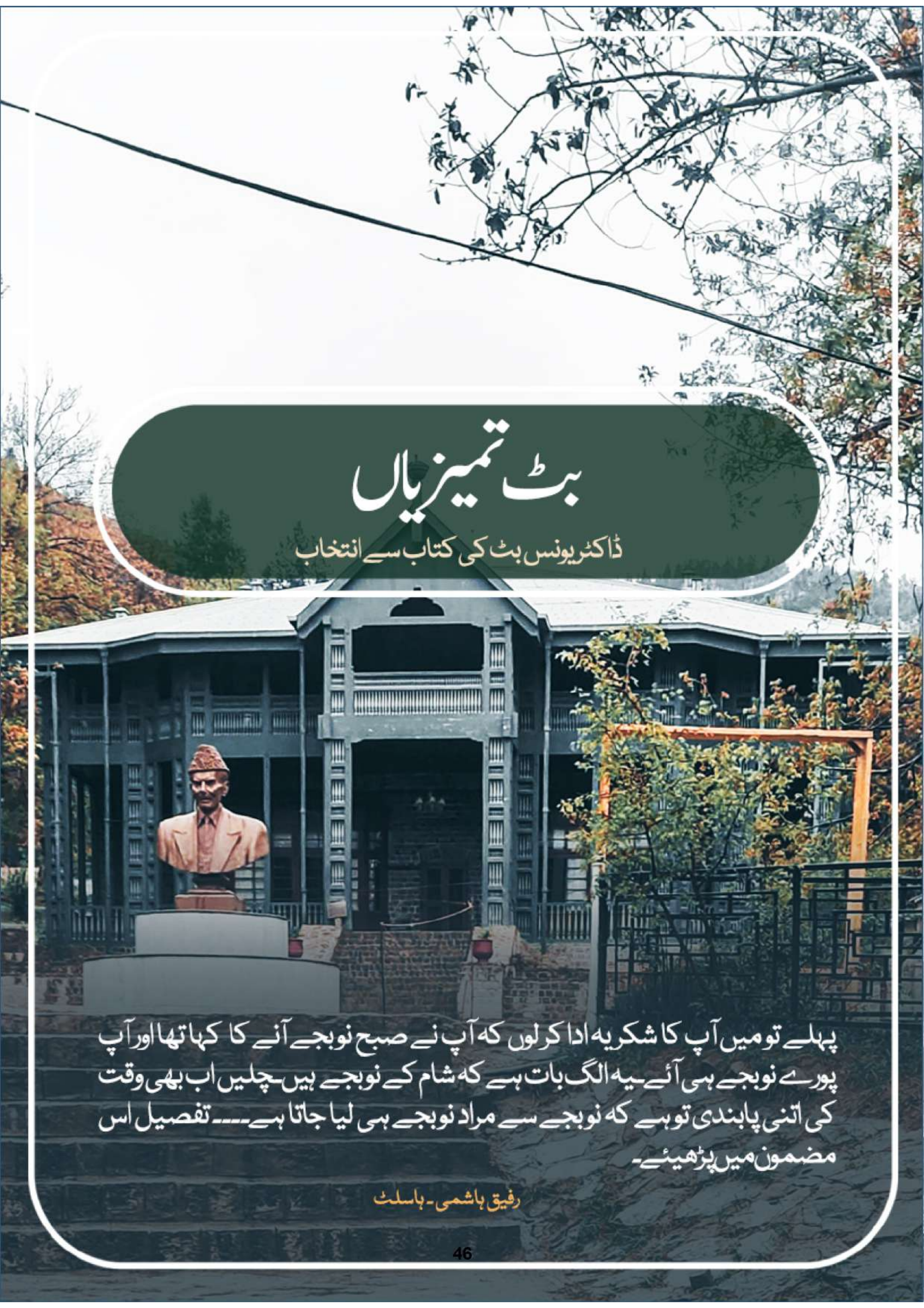

بٹ تمیزیاں

ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب سے انتخاب

پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کر لوں کہ آپ نے صبح نو بجے آنے کا کہا تھا اور آپ پورے نو بجے ہی آئے۔ یہ الگ بات ہے کہ شام کے نو بجے ہیں۔ چلیں اب بھی وقت کی اتنی پابندی تو ہے کہ نو بجے سے مراد نو بجے ہی لیا جاتا ہے۔۔۔۔ تفصیل اس مضمون میں پڑھیئے۔

رفیق ہاشمی۔ ہاسلٹ

سوال: جناب قائداعظم صاحب! آپ کو ہم سے جدا ہوئے 49 سال ہو گئے لیکن آج بھی پاکستانی آپ سے اتنی محبت کرتے کہ جس کاغذ پر آپ کی تصویر ہو اسے سنبھال کر رکھتے ہیں بلکہ ہمارے ہاں سب سے بڑا بندہ ہی اسے مانا جاتا ہے جس کے پاس آپ کی تصویر والے کاغذ سب سے زیادہ ہوں۔ پتہ چلا ہے اب نوٹوں پر جو آپ کی تصویر ہے اس میں آپ نوٹ رکھنے والے کی طرف دیکھنے کے بجائے ایک طرف دیکھ رہے ہیں جس کی وجہ کچھ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ آج کل یہ نوٹ زیادہ تر جن لوگوں کے پاس ہیں آپ ان سے نظریں ملانا نہیں چاہتے۔ کیا یہ درست ہے؟

قائداعظم: پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کر لوں کہ آپ نے صبح نو بجے آنے کا کہا تھا اور آپ پورے نو بجے ہی آئے۔ یہ الگ بات ہے کہ شام کے نو بجے ہیں۔ چلیں اب بھی وقت کی اتنی پابندی تو ہے کہ نو بجے سے مراد نو بجے ہی لیا جاتا ہے۔

سوال: آپ پاکستان کی گولڈن جوبلی پر بہت خوش ہیں اس کی کیا وجوہ ہیں؟

قائداعظم: خوشی کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارا پاکستان پچاس برس کا ہو گیا۔ یہ الگ بات ہے حلیئے اور حالت سے سو سے کم کا نہیں لگتا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں زندہ نہیں ہوں۔

سوال: لوگ کہتے ہیں آپ کی کامیابی کا راز آپ کی انتہا درجے کی سنجیدگی تھی؟

قائداعظم: سنجیدگی میں یہ دیکھتے ہیں کہ بندہ سنجیدہ ہوا کس کے لئے ہے، ورنہ تو بندر بھی سر کھجا رہا ہو تو بہت ہی سنجیدہ ہوتا ہے۔

سوال: آپ کہاں فوت ہوئے؟

قائداعظم: فلم 'جناح' میں۔

سوال: گزشتہ پچاس سالوں میں آپ کی نظر میں کون سا ایسا شعبہ ہے جس میں ہم نے سب سے زیادہ ترقی کی ہو؟

قائداعظم: ہم نے قرضوں میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے۔

سوال: آپ کے نزدیک پچاس سالوں میں پاکستان کی سب سے قابل فخر پیداوار کون سی رہی؟

قائداعظم: پاکستانی۔

سوال: سنا ہے آپ بہت آہستہ آہستہ لکھتے تھے، کیوں؟

قائداعظم: کیونکہ میری قوم زیادہ تیز نہیں پڑھ سکتی تھی۔

مفتری ہمیشہ خائب و خاسر رہتا ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”دیکھو افترا کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور مفتری ہمیشہ خائب و خاسر رہتا ہے۔

قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (طٰہٰ:۶۲)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اگر تو افترا کرے تو تیری رگِ جان ہم کاٹ ڈالیں گے

اور ایسا ہی فرمایا مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰہِ کَذِبًا (الانعام:۲۲)

ایک شخص ان باتوں پر ایمان رکھ کر افترا کی جرأت کیوں کر کر سکتا ہے۔

ظاہری گورنمنٹ میں ایک شخص اگر فرضی چپڑاسی بن جائے تو اس کو سزا دی جاتی ہے اور وہ جیل میں بھیجا جاتا ہے تو کیا خدا ہی کی مقتدر حکومت میں یہ اندھیر ہے کہ کوئی شخص جھوٹا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا کرے اور پکڑا نہ جائے بلکہ اس کی تائید کی جائے۔ اس طرح تو دہریت پھیلتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ مفتری ہلاک کیا جاتا ہے۔ پھر کون نہیں جانتا کہ یہ سلسلہ ۲۵ سال سے قائم ہے اور لاکھوں آدمی اس میں داخل ہو رہے ہیں یہ باتیں معمولی نہیں بلکہ غور کرنے کے قابل ہیں۔ محض ذاتی خیالات بطور دلیل مانے نہیں جا سکتے۔

ایک ہندو جو گنگا میں غوطہ مار کر نکلتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پاک ہو گیا۔ بِلا دلیل اس کو کون مان لے گا؟ بلکہ اس سے دلیل مانگے گا۔ پس میں نہیں کہتا کہ بِلا دلیل میرا دعویٰ مان لو۔ نہیں منہاجِ نبوت کے لیے جو معیار ہے اس پر میرے دعویٰ کو دیکھو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خدا سے وحی پاتا ہوں اور منہاجِ نبوت کے تینوں معیار میرے ساتھ ہیں اور میرے انکار کے لیے کوئی دلیل نہیں۔“

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۲، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

مجلسِ شوریٰ 2025ء

امسال شوریٰ کے موقع پر صدر مجلس انصار اللہ بیلجیئم اور نائب صدر صفِ دوم کا انتخاب بھی عمل میں آیا اس انتخاب کی کاروائی کے لئے محترم رفیق احمد جاوید صاحب مرکزی نمائندہ کے طور پر موجود تھے ---- --- تفصیلی رپورٹ پڑھیئے ۔

شاہد محمود۔ سیکرٹری شوریٰ

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ بیلجیئم کو اپنی 29 ویں مجلس شوریٰ مؤرخہ 7 دسمبر 2025ء بمقام بیت السلام دلبیک منعقد کرنے کی توفیق ملی الحمدللہ۔

شوریٰ کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت مکرم حافظ عطاءاللہ صاحب نے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی اور ڈچ ترجمہ مکرم ناصر احمد زیروی صاحب نے پیش کیا۔ بعد ازں محترم وسیم احمد شیخ صاحب صدر مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے نظامِ شوریٰ کی اہمیت قواعد و ضوابط اور نمائندگانِ شوریٰ کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ دُعا کے بعد شوریٰ کی کاروائی کا آغاز ہوا ۔ مکرم شاہد محمود صاحب قائد عمومی اور مکرم عبدالباسط صاحب قائد مال نے تجاویز برائے شوریٰ 2024ء پر عمل درآمد کی جائزہ رپورٹ پیش کی اور مکرم شاہد محمود صاحب سیکرٹری شوریٰ نے تجاویز برائے شوریٰ 2025ء پڑھ کر سنائی جس کے بعد قائد صاحب مال نے بجٹ 2026ء نمائندگانَ شوریٰ کے سامنے پیش کیا بعد ازاں پیش کی گئی تجاویز پر غور و خوض کے لئے سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد مجلس شوریٰ کے دوسرے اجلاس کا آغاز ہوا۔ سب کمیٹیوں نے تجاویز سے متعلق اپنی سفارشات پیش کیں جن پر نمائندگان شوریٰ نے سیر حاصل بحث کی اور اس سال کی تجاویز کو حسبِ قواعد حتمی شکل دینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی منظوری دی۔

امسال شوریٰ کے موقع پر صدر مجلس انصار اللہ بیلجیئم اور نائب صدر صفِ دوم کا انتخاب بھی عمل میں آیا اس انتخاب کی کاروائی کے لئے محترم رفیقَ احمد جاوید صاحب مرکزی نمائندہ کے طور پر موجود تھے۔ مکرم و محترم رفیق احمد جاوید صاحب نے انتخابی کارروائی کی صدارت فرمائی اور اسے نہایت نظم وضبط اور شفافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے بعد صدر صاحب مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے اختتامی کلمات میں شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور آخر میں دعا کے ساتھ اس بابرکت مجلس شوریٰ کا اختتام ہوا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

فلاور ڈسٹری بیوشن پروگرام

زیر اہتمام مجلس انصاراللہ بیلجیئم

اس پروگرام کے ذریعے تقریباً 5,850 افراد سے براہِ راست رابطہ قائم ہوا۔ پادری صاحبان اور گرجا گھروں میں موجود افراد نے اس اقدام کو نہایت سراہا اور احمدیت کی پُرامن تعلیمات میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔۔۔پروگرام کی جھلکیاں ملاحظہ کیجیئے۔

انصاراللہ بیلجیئم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ بیلجیم کو دسمبر 2025ء کے آخری ہفتے میں نیشنل سطح پر پھول تقسیم کرنے کا پروگرام کامیابی کے ساتھ منعقد کیا۔ اس پروگرام کا بنیادی مقصد احمدیت کے پُرامن پیغام کو معاشرے کے مختلف طبقات تک پہنچانا اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا تھا۔

منصوبہ بندی اور اجازت

کرسمس سے تقریباً دو ہفتے قبل بیلجیم بھر کے 50 گرجا گھروں کے پادری صاحبان سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ان کے حسنِ تعاون سے 28 مختلف شہروں اور دیہات میں واقع 44 گرجا گھروں سے پروگرام کے انعقاد کی پیشگی اجازت حاصل ہوئی۔

پروگرام کا انعقاد

یہ پروگرام بدھ 24 دسمبر سے اتوار 28 دسمبر 2025 تک جاری رہا۔ اس دوران جماعت کے افراد نے گرجا گھروں کا دورہ کیا اور وہاں موجود افراد سے خوش اخلاقی اور خلوص کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔

پھول، چاکلیٹ تقسیم اور تبلیغی سرگرمیاں

اس پروگرام میں 4533 پھول جن پر کا پیغام درج تھا۔ اس کے علاوہ 4750 چاکلیٹ اور 3000 استقبالیہ سال نو کارڈز تقسیم کیے گئے۔ یہ پروگرام 14 مقامی مجالس کے تحت 44 گرجا گھروں میں منعقد کیا گیا۔

شرکاء کی تفصیل

اس پروگرام میں 163 افراد نے شرکت کی، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ 4 مربیانِ سلسلہ، 7 جامعہ احمدیہ کے طلبہ، 94 انصار، 37 خدام، 17 اطفال، 2 ناصرات اور 2 لجنہ اماء اللہ۔ متعدّد گرجا گھروں میں مربیانِ سلسلہ کے علاوہ انصار اور خدام نے فرنچ اور ڈچ زبانوں میں مختصر تقاریر کے ذریعے جماعت احمدیہ کا تعارف اور اس کے پیغامِ امن کو پیش کیا۔

تاثرات

اس پروگرام کے ذریعے تقریباً 5,850 افراد سے براہِ راست رابطہ قائم ہوا۔ پادری صاحبان اور گرجا گھروں میں موجود افراد نے اس اقدام کو نہایت سراہا اور احمدیت کی پُرامن تعلیمات میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔

پروگرام کے بعد متعدّد افراد نے جماعت کے نمائندگان سے ملاقات کر کے احمدیہ مسلم جماعت کی سرگرمیوں اور مشن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ انہیں جماعت احمدیہ کی تعلیمات اور انسانیت کی خدمت پر مبنی کاوشوں سے مختصراً آگاہ کیا گیا، جو حقیقی اور پُرامن اسلام کی عکاس ہیں۔

الحمدللہ، یہ پروگرام بیلجیم بھر میں کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس مہم کے ذریعے نہ صرف بین المذاہب روابط کو تقویت ملی بلکہ جماعت احمدیہ کا پیغامِ امن، محبت اور رواداری مؤثر انداز میں پہنچایا جاسکا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہمیں ایسی بابرکت تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھنے اور انہیں مزید وسعت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

scan en ontdek
"GOD IS MENS

zes maken

GEBED
STILTE
Een van Geest
WAT KAN JE SCHENKEN?

شجرکاری پروگرام

مجلس انصاراللہ بیلجیئم

ان میں اوکس اور بیچز بڑے اور نمایاں درخت تھے۔ پودوں کی بہتر حفاظت یقینی بنانے کے لیے تمام درختوں کو بھیڑ کی اون سے باندھا گیا، جو جانوروں سے قدرتی حفاظتی ڈھال کا کام کرتی ہے۔۔۔۔۔۔پروگرام کی جھلکیاں ملاحظہ کیجیئے۔

ناصر زیروی ۔میرکسم

اللہ تعالیٰ کے فضل، رحمت اور برکتوں کے ساتھ مجلس انصار اللہ بیلجیم کو مورخہ 30 نومبر بروز اتوار Natuur.be کے ساتھ مل کر شجر کاری کے ایک کامیاب اور بابرکت پروگرام میں حصہ لینے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

ہمارے پیارے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت رہنمائی پر عمل کرتے ہوئے، آپ نے فرمایا

"درخت لگانا ایک صدقۂ جاریہ ہے، ہر سانس جو درخت کے ذریعے صاف ہوتی ہے انسانیت کے لیے برکت لاتی ہے۔"

اسی روح کے ساتھ سینٹ ٹرائیڈن (گیلینڈن) میں یہ پروگرام بھرپور جوش و جذبے کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں ملک کے تمام ریجنز سے انصار نے شرکت کی اور اتحاد، تعاون اور خدمتِ انسانیت کا عملی نمونہ پیش کیا۔ 10:00 بجے اجتماعی دعا سے ہوا جس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز صبح 9 بجکر 30 منٹ پر ناشتہ سے ہوا جس کے بعد Natuur.be کے نمائندے نے شرکاء کو صحیح طریقے سے شجر کاری کے حوالے سے رہنمائی کی۔ اس موقع پر 41 انصار، 3 اطفال اور ایک خادم نے 800 درخت لگائے الحمداللہ۔

درختوں کی اقسام

اس سال مختلف اقسام کے درخت لگائے گئے، جن میں شامل ہیں

- اوکس
- بیچز
- ایلڈرز
- یو (ٹیکسس)

ان میں اوکس اور بیچز بڑے اور نمایاں درخت تھے۔ پودوں کی بہتر حفاظت یقینی بنانے کے لیے تمام درختوں کو بھیڑ کی اون سے باندھا گیا، جو جانوروں سے قدرتی حفاظتی ڈھال کا کام کرتی ہے۔

بعد از پروگرام سرگرمیاں

شجر کاری مکمل ہونے کے بعد تمام شرکاء بیت الرحیم (آلکن) تشریف لے گئے جہاں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا اور ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔

Natuur.be

کے کئی اراکین بھی ہمارے مہمان بنے۔ وہ نہ صرف ہماری مہمان نوازی سے متاثر ہوئے بلکہ جماعت کے مضبوط کمیونٹی جذبے اور تنظیم سے بھی بے حد خوش ہوئے۔ انہیں بیت الرحیم کا ایک گائیڈڈ ٹور بھی کروایا گیا جس نے باہمی احترام، اعتماد اور آئندہ تعاون کی راہیں مزید مضبوط کیں۔

تشکر

مجلس انصار اللہ بیلجیم تمام شرکاء اور انتظامیہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے جن کی محنت، نظم و ضبط اور اخلاص نے اس بامقصد پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کی خدمتِ خلق کو قبول فرمائے اور سب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

ایڈیشنل قائد ایثار: ناصر احمد زیروی

زیرِ اہتمام مجلس انصاراللہ بیلجیئم

سہ ملکی والی بال ٹورنامنٹ 2025ء

مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے سہ ملکی والی بال ٹورنامنٹ کروایا۔ جس میں بیلجیئم کے علاوہ فرانس اور ہالینڈ کی ٹیموں نے شرکت کی۔ تفصیلات اس رپورٹ میں جانیئے۔

منور لطیف ۔ برسلز

محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی اجازت سے مجلس انصاراللہ بیلجیئم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ مجلس انصاراللہ ہالینڈ اور مجلس انصاراللہ فرانس کے اشتراک سے ایک تین ملکی والی بال ٹورنامنٹ 2025 منعقد کرے۔ اس پروگرام کی کامیابی کے لیے ایک انتظامی کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے محترم وسیم احمد شیخ صاحب، صدر مجلس انصاراللہ بیلجیئم، کی ہدایات کی روشنی میں اپنی ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیں۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز 24 اکتوبر کو شام کے وقت مہمان ٹیموں کے پُرجوش استقبال سے ہوا۔ مجلس انصاراللہ فرانس اپنی ٹیم کے ہمراہ جبکہ مجلس انصاراللہ ہالینڈ کے قائد تبلیغ اپنی آٹھ رکنی ٹیم کے ساتھ تشریف لائے۔ اسی شام ایک خوبصورت ادبی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں محترم مبارک احمد صدیقی صاحب نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی۔ نشست کے اختتام پر تمام شاملین کے لیے عشائیہ کا عمدہ انتظام کیا گیا۔

25 اکتوبر بروز ہفتہ صبح نماز فجر اور درس کے بعد کھلاڑیوں کے لیے ناشتے کا انتظام کیا گیا۔ بعد ازاں صبح 10:40 بجے ٹورنامنٹ کے افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا جس کی صدارت محترم وسیم احمد شیخ صاحب نے کی۔ تلاوتِ قرآنِ کریم محترم رائے مظہر صاحب نے پیش کی، اس کے بعد صدر صاحب نے انصاراللہ کا عہد دہرایا اور محترم مبارک احمد صدیقی صاحب نے افتتاحی دعا کروائی۔

اس کے بعد مقابلوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ دوپہر تک تین پول میچز کھیلے گئے جس کے بعد وقفہ نماز اور ظہرانے کا اہتمام کیا گیا۔ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد باقی پول مقابلے جاری رہے۔ کھلاڑیوں نے بہترین کھیل اور عمدہ ٹیم ورک کا مظاہرہ کیا جس سے مقابلے نہایت دلچسپ رہے۔

آخر میں بیلجیئم اے اور بیلجیئم بی ٹیموں کے درمیان فائنل میچ کھیلا گیا جس میں بیلجیئم اے ٹیم نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی۔ اختتامی تقریب میں تقسیم انعامات کا اہتمام کیا گیا جہاں کھلاڑیوں اور ٹیموں کو انعامات سے نوازا گیا۔ اس بابرکت پروگرام میں مجموعی طور پر 90 افراد نے شرکت کی الحمد اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عاجزانہ کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، تمام شاملین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مجلس انصاراللہ کو مزید خدمتِ دین کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

خاکسار. منور لطیف. قائد ذہانت و صحت جسمانی مجلس انصاراللہ بیلجیئم

BELGIUM A
THE NETHERLANDS
VOLLEYBALL TOURNAMENT
BELGIUM B
VOLLEYBALL TOURNAMENT
FRANCE
MAJLIS ANSARULLAH BELGIUM

MA.BE

MA.BE